الدنیا کلہا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ

ساری دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی بہترین پونجی نیک بیوی ہے

مثالی خاتون

از افادات

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

ترتیب

مولانا محمد زبیر طاہر

نواسہ حضرت لدھیانوی شہید

الدنیا کلہا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ

ساری دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی بہترین پونجی نیک بیوی ہے

مثالی خاتون

اسلام میں نیک وصالحہ خاتون کی صفات ومرتبہ
اور اسلامی معاشرہ میں اس کا کردار ومقام

از افادات

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

ترتیب

مولانا محمد زبیر طاہر

نواسہ حضرت لدھیانوی شہید

مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

021-34130020-0321-2115595-0321-2115502

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: مثالی خاتون
از افادات: شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ
ترتیب: مولانا محمد زبیر طاہر
طبع اول: جون ۲۰۱۲ء
ناشر: مکتبہ لدھیانوی
18۔ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
021-34130020-0321-2115595-0321-2115502
www.shaheedeislam.com

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

رب کائنات نے تمام مخلوقات کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور انسانوں کو اشرف المخلوقات ہونے کے شرف سے مشرف فرمایا۔ بروز محشر صرف انس و جن کو حساب وکتاب کا مکلف اور اپنے اعمال کا جوابدہ قرار دیا۔

اسلام نے مرد و زن کی جسمانی ساخت، عقل و شعور، قوت و طاقت اور دیگر فطری صلاحیتوں و خوبیوں کے پیشِ نظر انہیں الگ الگ ذمہ داریاں تفویض کی ہیں تا کہ ایک مہذب، متمدن، شائستہ اور صالح معاشرہ تشکیل پائے اور دونوں اصناف ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے زندگی گزاریں۔ باہمی الفت و محبت، عفو و درگزر، ایثار و ہمدردی، اخوت و بھائی چارے کی فضا میں اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہوں اور دنیاوی زندگی رشک جنت بن جائے۔

اس سلسلہ میں ایک ''مثالی خاتون'' کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اسے کن کن اوصاف سے متصف ہونا چاہئے؟ شریعت کے تقاضے کیا ہیں؟ اس موضوع پر قرآن کریم اور احادیث نبوی میں واضح احکامات موجود ہیں، جن کی روشنی میں فقہائے امت، علماء کرام اور بزرگانِ دین نے ان احکامات اور مسائل کی تشریح و توضیح نہایت آسان اور عام فہم انداز میں کردی ہے، جس کی وجہ سے ان اعمال کو اپنانا بہت سہل ہوگیا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے بھی گاہے گاہے اس اہم موضوع پر ناصحانہ اور دلنشین انداز میں گفتگو کی ہے۔ ان تمام تحریروں کو یکجا کیا گیا تو اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہوگیا، جسے میں اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ امید رکھتا ہوں کہ میری بہنیں اور بیٹیاں اسلام کے ان سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی حاصل کریں گی اور دنیا و آخرت میں فلاح پائیں گی۔ وما علینا الا البلاغ۔

ناظم مکتبہ لدھیانوی

جنوری ۲۰۱۱ء

فہرست

مردوعورت کا رتبہ

نیک عورت کے اوصاف اور ذمہ داریاں

دوسری قسم کی عورت کا بیان

تیسری قسم کی عورت کا بیان

مردوں کی تین قسمیں

مرد کی پہلی صفت ہے پاک دامن ہونا

دوسری صفت ہے ہین، لین، نرم مزاج ہونا

تیسری صفت ہے رائے اور مشورہ والا ہونا

زوجیت کے حقوق

مرد اور عورت سے متعلق مسائل

مرد و عورت کا رتبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ

حق تعالیٰ شانہ نے اپنی مخلوق کو مختلف قوتوں اور صلاحیتوں سے آراستہ کر کے مختلف مقاصد کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور جس مقصد کے لئے کسی مخلوق کی تخلیق ہوئی ہے، اسی کے مناسب اسے صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بینما رجل یسوق بقرۃ لہ قد حمل علیھا (وفی روایۃ: اذ رکبھا فضربھا) التفتت الیہ البقرۃ، فقالت: انی لم اُخلق لھذا، ولکنی انما خُلقت للحرث!

فقال الناس: سبحان اللہ! .... بقرة تتكلم. فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: فانی أومن به وابوبكر وعمر. وما هما ثَمّ."

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۳۱۲،۳۱۲ صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۷۴ واللفظ لمسلم)

ترجمہ:...... "ایک شخص گائے پر بوجھ لاد کر اسے ہانک رہا تھا (ایک روایت میں ہے کہ اس پر سوار ہو کر اسے مارنے لگا) گائے نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ: ہم اس کام کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، ہم کاشتکاری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ لوگوں نے اس پر تعجب کیا کہ: کیا گائے بھی گفتگو کرتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر میں ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر بھی ایمان رکھتے ہیں (رضی اللہ عنہما)، راوی کہتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات اس مجلس میں موجود نہ تھے۔"

گویا بیل کی تخلیق سواری یا بار برداری کے لئے نہیں، بلکہ کاشتکاری کے لئے ہے، اور اس سے سواری یا بار برداری کا کام لینا اس مقصد کے خلاف ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق فرمائی ہے، اور جن صلاحیتوں سے اسے بہرہ مند فرمایا ہے۔

عورت اور مرد کی صلاحیتوں میں امتیاز

دیگر مخلوق کی طرح مرد و عورت کو بھی حق تعالیٰ شانہ نے جداگانہ صلاحیتوں سے نوازا ہے، اور دونوں کو جداگانہ مقاصد کے لئے تخلیق فرمایا ہے، دونوں کی ساخت میں ایسا بنیادی فرق رکھا ہے جو دونوں کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہوتا ہے، دونوں کی چال ڈھال، اندازِ نشست و برخاست، لب و لہجہ، اخلاق و عادات، معاشرتی آداب، خیالات و احساسات اور میلانات و رجحانات یکسر مختلف ہیں۔ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کے نزدیک دونوں کی الگ الگ فطری و طبعی خصوصیات ہی عائلی زندگی کی بنیاد فراہم کرتی ہیں، شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''پھر جبکہ بالطبع عورت کو اولاد کی پرورش کے اچھے طریقے معلوم تھے، وہ عقل میں کم، محنت کے کاموں سے جی چرانے والی، زیادہ حیادار، خانہ نشینی کی طرف مائل، ادنیٰ ادنیٰ امور میں خوب کوشش کرنے والی اور فرماں بردار تھی۔ اور مرد بہ نسبت عورتوں کے عقل مند، غیرت مند، باہمت، بامروت، زورآور اور مقابلہ کرنے والا تھا۔ اس لئے عورت کی زندگی بغیر مرد کے ناتمام تھی، اور مرد کو عورت کی احتیاج تھی۔'' (اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ، ج:۱، ص:۸)

چونکہ دونوں کی زندگی ایک دوسرے کی صنفی خصوصیات کے بغیر ناتمام اور نامکمل تھی، اس لئے فطرت نے دونوں کو باہمی الفت وتعاون کے معاہدہ پر مجبور کردیا، اس طرح انسانوں کی عائلی زندگی تشکیل پذیر ہوئی اور یہ انسانیت پر حق تعالیٰ شانہ کا احسانِ عظیم ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

''وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔'' (الروم:۲۱)

ترجمہ:...... ''اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی، اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔''

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

مرد وعورت دونوں نے معاہدۂ الفت وتعاون میں منسلک ہوکر سفرِ معاشرت کا آغاز کیا، تو ضرورت پیش آئی کہ دونوں کے لئے حسنِ معاشرت کا دستور وضع کردیا جائے، جس میں دونوں کے حقوق وفرائض اور مرتبہ ومقام کا تعین کردیا گیا ہو، چنانچہ قرآن وحدیث میں بڑی تفصیل سے ان امور کی تشریح فرمائی گئی ہے اور سب کا خلاصہ درجِ ذیل آیتِ شریفہ

کے موجز (مختصر) و معجز الفاظ میں سمو دیا گیا ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ، وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ." (البقرہ:۲۲۸)

ترجمہ:...... "اور عورتوں کا حق ہے، جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق، اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا۔" (ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ)

دوسری جگہ اسی کی مزید وضاحت و صراحت اس طرح فرمائی گئی:

"اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ، فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللهُ، وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ، فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا، اِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا." (النساء:۳۴)

ترجمہ:...... "مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے، اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں، مرد کی عدم موجودگی میں، بحفاظتِ الٰہی نگہداشت کرتی ہیں اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بد دماغی کا احتمال ہو تو ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس آیتِ شریفہ میں عورت پر مرد کی فضیلت کا اعلان کرتے ہوئے مرد کو قوام،

نگران اور حاکم قرار دیا ہے، اور عورت کی صلاح وفلاح اس کی اطاعت شعاری اور اپنی عصمت کی پاسداری میں مضمر بتائی ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے مرد کی حاکمیت کے دو اسباب بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ حق تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے۔ دوم یہ کہ عورت کے مہر اور نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے، امام رازیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترجمہ:...... "پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت فرمایا کہ مردوں کو عورتوں پر سلطنت حاصل ہے اور یہ کہ ان کا حکم ان پر نافذ ہے، تو اس کے بعد یہ بیان فرمایا کہ مردوں کے عورتوں پر حاکم ہونے کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ کو اس ارشاد میں بیان فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے بعض کو یعنی مردوں کو، بعض پر یعنی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔" جاننا چاہئے کہ مردوں کو بہت سی وجوہ سے فضیلت حاصل ہے، ان میں سے بعض صفاتِ حقیقیہ ہیں اور بعض احکامِ شرعیہ۔ جہاں تک صفاتِ حقیقیہ کا تعلق ہے تو یہ واضح رہنا چاہئے کہ فضائل حقیقیہ کا مرجع دو چیزیں ہیں: ایک علم، دوسری قدرت۔ اور اس میں شک نہیں کہ مرد عقل اور علم میں بڑھ کر ہیں، اور اس میں بھی شک نہیں کہ اعمال شاقہ پر مردوں کی قدرت زیادہ کامل ہے، پس ان دو اسباب کی بنا پر مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے، عقل میں، حزم میں، قوت میں، عام طور سے کتابت میں، شہسواری میں، تیراندازی میں، اور یہ کہ انہی میں انبیاؑ اور (بیشتر) علماؑ ہوتے ہیں، اور درج ذیل مناصب بالاتفاق مردوں سے مخصوص ہیں: امامتِ کبریٰ، صغریٰ، جہاد، اذان، خطبہ، اعتکاف اور حدود وقصاص میں شہادت۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح کی ولایت بھی مردوں ہی سے مخصوص ہے۔ علاوہ ازیں میراث میں مردوں کا حصہ زیادہ رکھا گیا ہے، اور میراث میں عصبہ صرف مرد ہوتے ہیں، قتل خطأ میں دیت اور قسامۃ صرف مردوں پر ڈالی گئی ہے، نکاح کی ولایت،

طلاق، رجعت اور تعدد ازواج کا اختیار صرف مردوں کو حاصل ہے، بچے کا نسب بھی مرد سے جاری ہوتا ہے۔ یہ تمام امور دلالت کرتے ہیں کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ اور فضیلت کی دوسری وجہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے: ''اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔'' یعنی مرد، عورت سے افضل ہے، کیونکہ وہ عورت کو مہر دیتا ہے اور عورت کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ ہے۔'' (تفسیر کبیر، ج:۱۰، ص:۸۸)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ترجمہ:...... ''حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔'' یعنی مرد، عورت پر نگران ہے، اس کا رئیس ہے، اس کا بڑا ہے، اس پر حاکم ہے، اور جب عورت کجی اختیار کرے تو اس کا مؤدب ہے۔ ''اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔'' یعنی اس وجہ سے کہ مرد، عورتوں سے افضل ہیں اور مرد، عورت سے بہتر ہے، یہی وجہ ہے کہ نبوت مردوں کے لئے مختص ہے، اسی طرح سلطنت بھی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''وہ قوم ہرگز کامیاب نہ ہوگی جس نے سلطنت کا کام عورت کے سپرد کردیا۔''

(تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۵۲۰)

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں صاحبِ ''روح المعانی'' لکھتے ہیں:

ترجمہ:...... ''اسی بنا پر مردوں کو مخصوص کیا گیا رسالت و نبوت کے ساتھ، امامتِ کبریٰ وصغریٰ کے ساتھ اور اسلامی شعائر مثلاً: اذان، اقامت اور خطبۂ جمعہ کے ساتھ..... الخ۔''

(روح المعانی، ج:۵، ص:۲۳)

مرد عورت پر حاکم ہیں

تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرد لوگ عورتوں کے تمام امور کے متولی، ذمہ دار اور نگران ہیں اس لئے مختصر ترجمہ کیا جاتا ہے کہ حاکم ہیں، عورتوں پر، یعنی اللہ نے عورتوں کی دیکھ بھال مردوں کے ذمہ ڈالی ہے۔

عورت بچپن سے جوان ہونے تک اپنے والد اور بھائیوں کی نگرانی میں ہوتی ہے اور وہی اس کے تمام امور کے منتظم ہیں، شادی ہو جانے کے بعد وہ شوہر کی تحویل میں ہو جاتی ہے اور پھر وہ اس کے امور کا منتظم ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے مرد کے حاکم ہونے کی دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کو فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے، ایک بڑائی دی ہے عورت پر، مردوں کی قوت عورتوں سے زیادہ ہوتی ہے عقل و فہم میں اس سے غالب ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے مملکت کی ذمہ داریاں ان پر ڈالی ہیں، جہاد کا حکم ان کو دیا ہے، جمعہ و جماعت ان کے ذمہ رکھا ہے۔

غرض یہ کہ گھر سے باہر کی پوری ذمہ داری مردوں پر رکھی گئی ہے، عورتوں کو اس کا مکلف نہیں کیا گیا۔

دوسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ انہوں نے (مردوں نے) اپنے مال خرچ کئے ہیں، جب نکاح کر کے لائے ہیں تو سب سے پہلے تو مہر لازم ہوتا ہے، نکاح پر بھی اخراجات ہوتے ہیں اور پھر ساری عمر نان ونفقہ اس کے ذمہ رکھا گیا ہے۔ عورتوں پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی گئی مال کمانے کی، کھانے پینے کا سامان مہیا کرنے کی۔

ظاہر بات ہے کہ جب مرد خرچ کرنے والے ہیں تو ان کا ہاتھ اونچا ہونا چاہئے بنسبت عورتوں کے۔

اسلام کا عائلی نظام

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پورا عائلی نظام ذکر فرما دیا ہے، سب سے پہلی بات یہ

ہے کہ آج کا دور مردوزن کی مساوات کا دور ہے یعنی مرد و عورت برابر ہیں۔ اس کے لئے باقاعدہ کتابیں لکھی جارہی ہیں، تحریکیں چلائی جارہی ہیں، عورتوں کی تنظیمیں بنائی جارہی ہیں، مطالبات ہورہے ہیں اور جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے تو مغرب نے سوائے ڈھنڈورا پیٹنے کے کوئی عملاً کام کر کے نہیں دکھایا، عملی طور پر مساوات کو قائم کر کے نہیں دکھایا۔

مردوزن کی مساوات کا پرفریب نعرہ

مرد و عورت اگر برابر ہیں تو برابری کا مطلب یہ ہے کہ پارلیمنٹ میں آدھے ممبر مرد ہونے چاہئے اور آدھے عورتوں کے ہونے چاہئے، تعلیم گاہوں میں بھی آدھے مرد اور آدھی عورتیں ہوں، سفارت خانوں میں آدھے مرد، آدھی عورتیں ہوں۔ اب اگر مساوات کرنی ہے تو پھر جنگ میں جرنیل بھی ان کو بنایا کرو، مرد اور عورتوں میں جب کوئی تمیز نہیں ہے تو مردوں کی فوج کا جرنیل عورتوں کو بنایا کرو۔

غرض یہ ہے کہ پھر ہر شعبۂ زندگی میں آدھے مرد اور آدھی عورتیں ہونی چاہئے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی گزارش کریں گے آدھے بچے مرد جنا کریں اور آدھے بچے عورتیں جنا کریں، مساوات ہونی چاہئے نا! برابری ہونی چاہئے۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ نعرہ اور یہ تحریک شیطان نے محض خاندانوں کو برباد کرنے اور دنیا کے معاشرتی نظام کو محض تہہ و بالا کرنے کے لئے لگایا ہے ورنہ حقیقتاً جو مطلب مردوزن کی مساوات کا لیا جاتا ہے وہ قطعاً غلط ہے۔

اسلام کی نظر میں مردوزن کی مساوات

مردوزن مساوی ہیں، اسلام بھی اس کو تسلیم کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ”**ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف**“ عورتوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو عورتوں کے ذمہ ہیں۔

اسلام دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق ڈالتا ہے، مرد کے ذمہ عورتوں کے حقوق ڈالتا ہے اور عورتوں کے ذمہ مردوں کے حقوق ڈالتا ہے۔ یوں حقوق میں دونوں کو برابر لاکر کھڑا کردیتا ہے ”**لا تظلمون ولا تظلمون**“ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ لیکن اس

کے ساتھ ساتھ اسلام تقسیم کار کا اصول بھی بتلاتا ہے۔

حکومت کے ملازم سارے ہی ہیں، چپڑاسی سے لے کر صدر مملکت تک سب حکومت کے ہی افراد ہیں، لیکن درجات کا فرق ہے، ہر ایک محکمہ کا اپنا اپنا کام ہے، اگر سارے لوگ ایک ہی محکمہ میں کام کرنے لگ جائیں اور دوسرے محکموں کو معطل چھوڑ دیا جائے تو اس طرح نظام مملکت نہیں چلے گا۔

اسلام نے جو معاشرتی نظام، گھریلو نظام تجویز کیا ہے وہ یہ ہے کہ عورتوں کے لئے امور خانہ داری تجویز کی ہے، ان کا دائرہ عمل یہی ہے، وہی ان کا کارخانہ ہے، وہی ان کی فیکٹری ہے، وہی ان کا دفتر ہے، غرض یہ ہے کہ گھر کا انتظام عورتوں کے سپرد کیا ہے۔

کھانے کمانے کی ذمہ داری عورتوں پر عائد نہیں کی بلکہ خالصتاً مردوں پر کی ہے۔ یہ ہے مرد و زن کی مساوات کہ مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں، عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ہیں۔ مرد اپنی ڈیوٹی ادا کریں، عورتیں اپنی ڈیوٹی ادا کریں جو فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تجویز کی ہے۔

مرد کا حاکم ہونا عقل کی نظر میں

چونکہ آج کا دور مرد و زن کی مساوات کا ہے، اس لئے قرآن کریم کے اس لفظ سے ''الرجال قوامون'' ''مرد حاکم ہیں عورتوں پر'' ماڈرن طبقہ بہت چونکے گا شاید مغرب زدہ خواتین بھی اس کے خلاف احتجاج کریں، لیکن میں ایک عقلی بات عرض کرنا چاہتا ہوں اس کو ذرا سمجھ لیجئے۔

حکومت کا قائم ہونا کوئی عار نہیں ہے، جنرل ضیاء الحق ہمارے حاکم ہیں، اس سے ہماری توہین نہیں ہوگئی، دنیا کا کون سا ملک ہے جس میں حکومت قائم نہیں ہے؟ ظاہر سی بات ہے کہ حاکم اعلیٰ تو صرف ایک ہی ہوگا تو کیا حاکم اعلیٰ کا کسی مملکت میں ہونا یہ توہین ہے ساری مملکت کی؟ ظاہر ہے کہ یہ سوچ غلط ہے۔

بالکل اسی طرح اسلام نے گھر کو بھی ایک چھوٹی سی مملکت قرار دیا ہے، ہر ایک گھر

مستقل ایک حکومت ہے، اب اس گھر کا کوئی سربراہ بھی ہونا چاہئے یا یہ مملکت بغیر حاکم کے ہو؟ اگر دنیا کی کوئی مملکت بغیر حاکم کے چل سکتی ہے تو ٹھیک ہے پھر اس مملکت کو بھی بغیر حاکم کے چلا لیجئے، لیکن اگر دنیا کی کوئی مملکت بغیر حاکم کے نہیں چل سکتی تو گھر کی مملکت بھی بغیر کسی سربراہ خاندان کے نہیں چل سکتی، اور مرد کو اللہ تعالیٰ نے سربراہ خاندان بنایا ہے یہی معنی ہیں ''قوام'' کا، اور اس لفظ کو کوئی بھی عار نہیں سمجھتا، کاغذات میں سربراہ کا ہی لفظ لکھا ہوا ہوتا ہے، سب سے پہلے یہی پوچھا جاتا ہے کہ گھر کا سربراہ کون ہے؟

قرآن کریم نے اسی چیز کا تصور دیا ہے کہ یہ جو ہمارا عائلی نظام ہے، یہ ایک مستقل مملکت ہے اور اس کے لئے ایک حاکم ہونا چاہئے اور حاکم مرد ہو سکتا ہے، عورت نہیں۔

اب ظاہر ہے کہ اس میں نہ کسی کی توہین ہے نہ کسی کی تنقیص ہے، نہ عورتوں کی بے ادبی وتوہین کی گئی ہے، بلکہ صرف اتنی بات کہی گئی ہے کہ اگر یہ نظام فطری طور پر قائم کرنا چاہتے ہو تو مرد کو حاکم بناؤ، عورتوں اور بچوں کو ان کے ماتحت کرو، اب اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ڈکٹیٹر ہوگا بلکہ وہ تو اپنے لئے بیوی سے مشورہ کیا کرے گا جیسے کہ دنیا کے دوسرے کام ہیں، مشورہ سے ہی چلتے ہیں، یہ بھی مشورہ سے کام کرے گا، لیکن نظام قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مرد کو قوام بنایا جائے اور یہ بغیر دلیل کے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دو دلائل ذکر فرمائے ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ اپنے قویٰ کے لحاظ سے اپنی عقل وفہم کے لحاظ سے اپنی شخصیت کے لحاظ سے مرد کو اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر فضیلت دی ہے، اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کو ہر ذی عقل تسلیم کرتا ہے۔ ایک خاتون کو سفیر مقرر کر دیا گیا تھا کہیں، واپسی پر انہوں نے ایک بیان میں کہا تھا کہ تجربہ ہوا ہے کہ عورتوں کو سفیر نہیں بنانا چاہئے۔ ظاہری بات ہے کہ ساری ذمہ داریاں عورتیں کیسے برداشت کر سکتی ہیں؟

مغرب نے بہت ہی ظلم کیا عورتوں پر کہ وہ ذمہ داریاں جو ان کے قابل نہیں تھیں وہ ان پر ڈال دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے باہر کے میدان کے تگ ودو کے لئے مرد کو بنایا ہے، مرد میں صلاحیتیں پیدا کی ہیں، عورت کے اندر یہ صلاحیتیں نہیں رکھیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مرد اپنی عورتوں پر خرچ کرنے والے ہیں، اس سے ایک

اصول وضع کردیا گیا ہے کہ عورت کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ واجب ہے، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا مہر ادانہیں کرتا یا اس کا نان ونفقہ ادانہیں کرتا، روٹی کپڑے کا بندوبست نہیں کرتا یا اس کے لئے مکان کا انتظام نہیں کرتا تو یہ شخص اہل نہیں ہے اس بیوی کو آباد کرنے کا۔

حضرت امام مالکؒ وامام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت ایسے شوہر کے خلاف تنسیخ نکاح کا دعویٰ کرسکتی ہے اور اس سے اپنی جان چھڑا سکتی ہے۔لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ: اس عورت سے کہا جائے گا کہ تم اپنے شوہر کے نام پر قرضہ لے لیا کرو، شوہر قرضہ ادا کرنے کا ذمہ دار ہے، یعنی عدالت عورت کو قرضہ دلوائے گی لیکن طلاق نہیں دلوائے گی۔(البتہ آسانی کے لئے اب ہمارے یہاں بھی عدالتوں سے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے قول کے مطابق تنسیخ نکاح کا آرڈر جاری ہوجاتا ہے۔جمہور فقہاء کے نزدیک لاینحل مسائل میں خروج عن المذہب جائز ہے۔)

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے معاشی ذمہ داریاں عورتوں پر نہیں رکھیں بلکہ مردوں پر رکھی ہیں اور اس میں مصلحت یہ ہے کہ جو گھریلو مملکت ہے یہ صحیح اس طور پر چل سکتی ہے کہ عورت محتاج ہو مرد کی اور مرد محتاج ہو عورت کا۔عورت کو ضرورت ہو مرد کی، مرد کو ضرورت ہو عورت کی۔

مرد اپنے گھریلو امور کیلئے کسی شریف خاتون کا محتاج ہے جو اس کے گھر کا انتظام کر سکے اور عورت محتاج ہے مرد کی جو اس کی معاشی کفالت کرسکے، کیونکہ عورت کیلئے معاشی طور پر باہر نکلنا اور دفتروں میں، بازاروں میں، دکانوں میں جانا ممکن نہیں ہے، طبعاً اور فطرتاً اس سے حیاء مانع ہے، اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے یہ ذمہ داری مردوں پر ڈال دی ہے کہ عورتوں کی کفالت ان کے ذمہ ہوگی۔

مغرب کا عائلی نظام کیوں بگڑا؟

مغرب میں جو عائلی نظام بگڑا ہے وہ اسی وجہ سے بگڑا ہے کہ عورتوں نے اپنا ذریعہ معاش خود پیدا کرلیا ہے۔مردوں کی طرح عورتیں بھی خود کمانے لگ گئیں، جب وہ کمانے

لگیں تو ان کو پھر مرد کی ضرورت کیا ہے؟ صرف محبت کا تعلق باقی رہ جاتا ہے اس کے بعد، ورنہ ضرورت کا تعلق تو ختم ہوگیا، چنانچہ یہ بندھن زیادہ دیر تک نہیں چلتا، یہی وجہ ہے کہ ان کا نظام درہم برہم ہوگیا، میاں بیوی کا جو تعلق ہے محض ایک رسمی سا تعلق ہے، ورنہ مشرق میں جو ایک سکون واطمینان گھروں میں پایا جاتا ہے وہ ان کے ہاں مفقود ہے، مرد بے چارہ گھر میں سکون محسوس نہیں کرتا بلکہ اس سکون کے لئے وہ دوسری جگہوں کا رخ کرتا ہے اور عورت کو بھی سکون محسوس نہیں ہوتا وہ بھی دوسری جگہوں کا رخ کرتی ہے، بچوں کے لئے الگ ادارے بنادیئے گئے ہیں جو ان کی پرورش کیا کریں، ان کی پرورش والدین کے ذمہ بھی نہیں رہتی بلکہ صرف ان کا خرچ وغیرہ ادا کردیا بس! اور جو بوڑھے ہیں ان کے لئے الگ ادارے بنادیئے گئے ہیں ان کو وہاں داخل کردیا جاتا ہے، لیجئے! سارا نظام ہی درہم برہم ہوگیا۔

یہ ترقی یافتہ یورپ ہے جس کو دیکھ کر ہمارے روشن خیال للچاتے ہیں کہ یورپ نے بڑی ترقی کی ہے، کس چیز میں ترقی کی ہے! وہ خود ہی غور کرلیں؟؟ وہ ہمارا مذاق اڑایا کرتے تھے کسی زمانہ میں کہ اسلام نے طلاق کا نظام رکھا ہوا ہے نعوذ باللہ! یہ تو بڑا ظالمانہ قانون ہے، عورت کے سر پر ہر وقت طلاق کی تلوار لٹک رہی ہوتی ہے۔ فطرت نے ان کو سزا دی، بجائے اس کے کہ مرد عورت کو طلاق دیتا عورتیں مردوں کو طلاق دیتی ہیں اور جا کر دیکھو کہ ہمارے یہاں طلاق کا اوسط وہ نہیں ہے جو مغرب میں ہے۔

الغرض اللہ نے مرد وعورت کو الگ الگ صلاحیتوں سے نوازا ہے، مرد کی زندگی عورت کے بغیر اور عورت کی زندگی مرد کے بغیر نامکمل اور ادھوری ہے، عائلی نظام کو قائم رکھنے کے لئے شرط یہ ہے کہ مرد اپنی ذمہ داریاں ادا کرے اور عورتیں اپنی ذمہ داریاں۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نیک عورت کے اوصاف اور ذمہ داریاں

”وَعَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَلرِّجَالُ ثَلاثَةٌ وَّالنِّسَاءُ ثَلاثٌ فَأَمَّا النِّسَاءُ اِمْرَأَةٌ عَفِيفَةٌ ،مُسْلِمَةٌ، لَيِّنَةٌ، وَدُوْدَةٌ ، وَلُوْدٌ، تُعِيْنُ أَهْلَهَا عَلَى الدَّهْرِ وَلَاتُعِيْنُ الدَّهْرَ عَلٰى أَهْلِهَا وَقَلِيْلٌ مَّا تَجِدُوْنَ ،وَامْرَأَةٌ دَعَا لَاتَزِيْدُكَ عَلٰى إِلَّا أَنْ تَلِدَ الْأَوْلَادُ ،وَالثَّالِثُ ظِلٌّ، طَوِيٌّ، يَجْعَلُهُ اللّٰهُ فِيْ عُنُقٍ مَّنْ نَشَاءُ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَّنْزَعَهُ فَنَزَعَهُ، وَالرِّجَالُ ثَلاثَةٌ رَجُلٌ عَفِيْفٌ، هَيِّنٌ، لَيِّنٌ، ذُوْ رَأْيٍ وَمَشُوْرَةٍ فَإِذَا نَزَلَ بِهِ أَمْرٌ اِيْتَمَرَ رَأْيٍ وَصَدُرِ الْأُمُوْرِ مَصَادِرَهَا ، وَرَجُلٌ لَا رَأْيَ لَهُ إِذَا نَزَلَ أَمَرَ أَتٰى ذَا رَأْيٍ وَمَشُوْرَةٍ فَنَزَلَ عِنْدَ رَأْيٍ وَرُجُلٌ حَائِرٌ، بَائِرٌ لَايُتِمُّ رَفُطَنَا وَلَا يُطِيْعُ مُرْشِداً.“

(أخرجہ ابن ابی شیبہ وابن ابی الدنیا والخرائطی والبیہقی وابن عساکر کذا فی الکنز)

مردوں اور عورتوں کی صفات

”حضرت سمرۃ ابن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مرد بھی تین قسم کے ہیں اور

عورتیں بھی تین قسم کی ہیں۔

۱.....عورتوں میں سے پہلی عورت وہ ہے جو پاک دامن ہو، مسلمہ ہو، نرم مزاج ہو، بہت محبت کرنے والی ہو، بہت جننے والی ہو، زمانے کے حوادث کے مقابلے میں اپنے شوہر کی مددگار ہو اور شوہر کے مقابلے میں زمانے کی مددگار نہ ہو اور ایسی عورتیں بہت کم پاؤ گے۔

۲.....دوسری عورت وہ ہے جس کے دعوے اور مطالبے بہت ہوں ایسی عورت مرد کے لیے سوائے بچے جننے کے کچھ کام نہیں کرتی۔

۳.....تیسری عورت وہ ہے جو خاوند کے گلے کا طوق ہو اور جوں کی طرح چمٹی ہو، ایسی عورت کو اللہ تعالی جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کی گردن سے اتار لیتے ہیں۔

اور مرد بھی تین طرح کے ہیں۔

۱.....اول وہ آدمی جو پاک دامن ہے، نرم خو ہے، نرم مزاج ہے، صاحب رائے اور مشورے والا ہے، جب اس پر کوئی معاملہ آتا ہے تو اپنی رائے سے سوچتا ہے اور تمام امور کو ان کی جگہ سے صادر کرتا ہے۔

۲.....دوسرا وہ آدمی ہے جس کی کوئی رائے نہیں جب اس کے سامنے کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو وہ کسی رائے اور مشورے والے کے پاس جاتا ہے اور اس کی رائے لے کر اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

۳.....تیسرا آدمی حیران اور پریشان اور ہلاک ہونے والا ہے، جو نہ تو سمجھ پوری رکھتا ہے اور نہ کسی رہنمائی کرنے والے کی بات مانتا ہے۔"

پہلی قسم کی عورت کا بیان

مذکورہ بالا حدیث شریف میں بیان کردہ عورتوں کے اوصاف کی تین قسموں میں سے پہلی قسم کی عورت جن اوصاف کی حامل ہوگی وہ یہ ہیں۔

۱......عفیفہ ہو یعنی پاک دامن ہو۔

۲......وہ عورت مسلمان ہو۔

۳......وہ عورت نرم مزاج ہو، بردبار ہو۔

۴......اپنے شوہر سے بہت محبت کرنے والی ہو۔

۵......وہ عورت بچے جننے والی ہو۔

۶......وہ عورت زمانے کے حوادث کے مقابلے میں اپنے شوہر کی مددگار ہو مگر شوہر کے مقابلے میں حوادث زمانے کی مددگار نہ ہو۔

صفت اول عفیفہ ہو، پاک دامن ہو

عفیفہ ہونا یعنی پاک دامن ہونا یہ عورت کا وصف ہے اور سب سے اونچا وصف ہے جس کا قرآن کریم نے بھی ذکر فرمایا ہے۔

''فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ'' (سورۃ النساء آیت نمبر ۳۴)

ترجمہ:.... ''نیک عورتیں فرمانبردار ہیں، خیال رکھنے والی ہیں پیٹھ پیچھے، اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے۔''

قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ نے دو قسم کی عورتوں کا ذکر کیا ہے، ایک تو نیک عورت کا، اور دوسری دوسرے طرز کی عورت کا۔

نیک عورت کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں: ۱...قٰنِتٰتٌ ۲.....حٰفِظٰت۔

۱....قنت: قنوت سے ہے، اس کا معنی ہے فرمانبردار، یعنی اپنے شوہر کی اطاعت کرنے والی۔

۲..... **حفاظت**: یعنی عورت اپنے گھر کی، اپنی عفت کی، اپنی عصمت کی اور اپنے شوہر کے مال کی، اس کے بچوں کی حفاظت کرنے والی ہو، یہ نہیں کہ جب تک شوہر موجود ہے اس وقت تک تو وہ بہت بنا بنا کر دکھائے، شوہر کے غائب ہو جانے کے بعد اس کو کوئی پروا نہیں، گھر میں کون آتا ہے، کون جاتا ہے، نہ اس کو اپنی عزت کی پرواہ، نہ مال کی پروا، نہ بچوں کی پروا، ایسا نہ ہو۔ تو دو خوبیاں بیان فرمائی ہیں: ایک ان کا فرمانبردار ہونا اور دوسرا پیٹھ پیچھے شوہر کی عزت و آبرو اور مال و اولاد کا محافظ ہونا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات میں عورتوں کی ان دو صفتوں پر بہت زور دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

''اِذا صَلَّتِ الْمَرْاَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ بَعلَهَا، فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ تْ'' (مسند احمد بن حنبل، جلد ا صفحہ ۱۹۱)

ترجمہ:... ''جو عورت پنج گانہ نماز کی پابندی کرتی ہو، رمضان کے مہینہ کے روزے رکھتی ہو، (گویا دین کی موٹی موٹی باتیں ان دونوں میں آگئیں) اور اپنی عفت کی حفاظت کرتی ہو، اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے، اس کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''ایمان باللہ کے بعد دنیا میں کوئی دولت کسی کو نصیب نہیں ہوئی جو نیک اور فرمانبردار عورت سے بڑھ کر ہو، یہ سب سے بڑی دولت ہے، اور کفر کے بعد کوئی نحوست اور کوئی عذاب اس سے بڑھ کر نہیں کہ کسی کو بدزبان اور نافرمان عورت پلے پڑ جائے۔

عورت کے فرماں بردار اور شوہر کی اطاعت گزار ہونے کا مضمون ایک حدیث میں یوں آتا ہے کہ:

"لَا تَصُمِ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تَأْذَنُ فِيْ بَيْتِهِ وَهُوَ شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ كَسْبِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّ نِصْفَ أَجْرِهِ لَهُ." (صحیح مسلم)

ترجمہ:..... ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت روزہ نہ رکھے اس حال میں کہ اس کا شوہر موجود ہو مگر اس کی اجازت سے، اور اس کے گھر میں جبکہ وہ موجود ہو کسی کو آنے کی اجازت نہ دے مگر اس کی اجازت سے، اور جو کچھ وہ خرچ کرے گی شوہر کی کمائی میں سے اس کے حکم کے بغیر تو اس کا آدھا اجر اس کو ملے گا، یعنی شوہر کو۔''

اس حدیث شریف میں عورت کے لئے تین حکم ہیں، ایک یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے، جبکہ شوہر گھر میں موجود ہو۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ جب شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے۔

تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اس کے حکم کے بغیر جو اس کے مال میں سے خرچ کرے گی اس کا آدھا ثواب شوہر کو ملے گا۔

یہاں یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ اس روزے کا تعلق جس سے منع فرمایا ہے، نفلی روزے سے ہے، فرض روزے سے نہیں، فرض روزے کے لئے شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں، نفلی روزے کیلئے شوہر کی اجازت کی ضرورت ہے، اور یہ ایک عام اُصول اور قاعدہ ہے کہ جو چیز کسی شخص کے ذمے فرض ہو، فرض عین، اس کے لئے اس کو کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، اولاد کو اپنے ماں باپ سے، بیوی کو اپنے شوہر سے، اور غلام کو اپنے آقا سے، ماتحت کو اپنے افسر سے، اجازت لینے کی ضرورت نہیں، وہ فریضہ خداوندی ہے اور فریضہ خداوندی کا ادا کرنا کسی کی اجازت کا محتاج نہیں، بلکہ ان کو خود اس کی اجازت دینی چاہئے۔

البتہ نفلی عبادات میں ان ارباب حقوق کی اجازت کی ضرورت ہے، اولاد اپنے

ماں باپ کی اجازت کے بغیر نفلی عبادات نہ کرے، بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر۔

تو فرمایا کہ جب شوہر گھر میں موجود ہو تو عورت روزہ نہ رکھے، کیونکہ اگر شوہر گھر میں موجود نہیں تو پھر اس کو ضرورت نہیں، پھر وہ فارغ ہے روزہ رکھ سکتی ہے، روزہ نہ رکھنا تو شوہر کے حق کی وجہ سے تھا، جب شوہر ہی نہیں ہے تو حق بھی ساقط ہو گیا۔

تیسرا مسئلہ یہ ارشاد فرمایا کہ: جب شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اجازت نہ دے، اگر شوہر گھر میں موجود نہیں پھر تو کسی کو اجازت دے ہی نہیں سکتی سوائے اپنے محرم عزیزوں کے یا جن کو شوہر نے اجازت دے رکھی ہے، ان کے علاوہ کسی اجنبی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، مطلب یہ ہے کہ حاضری اور غیر حاضری کا ایک ہی مسئلہ ہے، صرف اتنا ہے کہ اگر شوہر گھر میں موجود ہو تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس شخص کا آنا اس کو پسند ہے کہ نہیں؟ اور غیر حاضری کی شکل میں پتا بھی نہیں چل سکتا۔

جہاں تک شوہر کی کمائی کے مال سے خرچ کرنے کا تعلق ہے، عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے کی اجازت نہیں، لیکن گھروں میں عام طور پر اجازت ہوتی ہے، تو ایک صورت تو یہ ہے کہ شوہر صاف طور پر حکم دے کہ فلانے محتاج کو دے دو، اور دوسری صورت یہ ہے کہ اجازت تو عام طور پر ہوتی ہے لیکن شوہر نے خصوصی طور پر اس کا حکم نہیں دیا، تو اس صورت کے بارے میں فرمایا کہ: اگر شوہر کے حکم کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ خرچ کرے گی تو آدھا ثواب شوہر کو ملے گا، گویا کہ اس سلسلے میں شوہر کو بھی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اس کو اجازت دے کہ جب بھی ضرورت ہو تو آپ خرچ کر سکتی ہیں۔

ایک حدیث شریف میں یوں فرمایا گیا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ ایک صدقے کی وجہ سے تین شخصوں کی بخشش فرمادیتے ہیں، ایک صدقہ اور تین آدمی بخشے گئے، گھر کا مالک کمانے کی وجہ سے، گھر کی ملکہ اُٹھا کر دے دینے کی وجہ سے، اور گھر کا خادم لے جا کر فقیر کے ہاتھ میں دینے کی وجہ سے، تو ایک صدقہ تین آدمیوں کی بخشش کا

سبب ہو جاتا ہے۔‘‘ (مستدرک الحاکم، کنز العمال)

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ عورتوں کا اپنے شوہر کی اطاعت کرنا یہ بہت ہی زیادہ اہم اصول ہے جو قرآن کریم اور حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ عورت مرد کی اطاعت اس وقت کرے گی جبکہ شوہر اس کو جائز کام کا حکم دے گا، اگر خدانخواستہ کسی ناجائز بات کا حکم کرتا ہے تو عورت کے لئے اطاعت نہیں ہے، حدیث میں آیا ہے: ’’**لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**۔‘‘ جس بات میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی کی اطاعت جائز نہیں، نہ والدین کی اطاعت جائز ہے نہ شوہر کی اطاعت جائز ہے، حتیٰ کہ حاکم وقت کی بھی اس وقت اطاعت جائز نہیں۔

دوسری بات یہ بھی یاد رہنی چاہئے کہ جہاں مرد لوگ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ان کی بیوی ان کی اطاعت کرے وہاں ان کو اس بات سے بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہمارے ذمہ بھی کسی کی اطاعت واجب کی گئی ہے، جب ہم اس کی اطاعت نہیں کرتے تو ہماری بیوی کیوں ہماری اطاعت کرے؟

بہت مدت پہلے کی بات ہے میں اس زمانہ میں طالب علم تھا میرا ایک نوجوان دوست مجھ سے اپنی بیوی کی شکایتیں کرنے لگا کہ وہ ایسی ہے ویسی ہے، میں نے کہا کہ میاں! تم تو مجازی خدا ہو جبکہ تمہارا ایک حقیقی خدا ہے، تم ذرا سوچو کہ تم نے اپنے حقیقی خدا کی نافرمانیاں کتنی کی ہیں؟

جب تم اپنے آپ کو ملامت نہیں کرتے تو بیچاری عورت کو کیوں ملامت کرتے ہو؟ جبکہ وہ عقل میں بھی کم ہے اور تمہارا مرتبہ بھی کوئی خاص نہیں ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے عقد میں دے دیا ہے۔ اس کے علاوہ تمہاری کوئی فضیلت و مرتبہ نہیں ہے، لیکن جس خالق و مالک نے تمہیں پیدا کیا ہے، کیا تم اس کی نافرمانی نہیں کرتے؟ تو پھر عورت کی شکایت کیوں کرتے ہو؟

ایک بزرگ ارشاد فرماتے ہیں میں جان لیتا ہوں جب اللہ میاں مجھ سے ناراض ہوتے ہیں اور جب مجھ سے راضی ہوتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ جب

اللہ مجھ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو میری بیوی بچوں کو میرے خلاف کر دیتے ہیں، میں سمجھ لیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گئے اور جب میرے بیوی بچے میری اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ مجھ سے راضی ہیں۔

نافرمان عورت کا حکم

دوسری قسم کی عورتیں جو اس آیت میں ذکر کی گئی ہیں، ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ''نشوز'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

''نشوز'' کا معنی ہے بلند ہونا، کسی چیز کا ابھرآنا بلند ہو جانا یہاں مراد ہے، عورت کی برتری، عورت کی بد دماغی، اس کا اپنے آپ کو افضل و اعلیٰ سمجھنا اور شوہر کی تحقیر کرنا، اس کی بات کو نہ ماننا یہ ''نشوز'' کہلاتا ہے۔

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تین درجے ارشاد فرمائے ہیں، سب سے پہلا درجہ یہ ہے کہ قرآن کریم، احادیث نبوی اور بزرگان دین، اقوال و حکایات سے ان کو نصیحت کرے کہ دیکھو گھر کا سکون تو اسی وقت چل سکتا ہے جبکہ عورتیں فرمانبردار ہوں، آپس میں میاں بیوی کا تعلق صحیح ہونا چاہئے، ہماری زندگی اس طرح تباہ ہو جائے گی یہ ٹھیک نہیں ہے، ہمارے اندر جو کوتاہی ہے تو ہم اس کو مانیں گے، ہمارے اندر جو غلط بات ہے ہم معذرت چاہیں گے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں، لیکن جو بات ہم صحیح کہتے ہیں کم از کم اس پر تو عمل کرنا چاہئے، تو یہ پہلا درجہ ہے کہ اس کو متانت کے ساتھ نصیحت کرو۔

اگر نصیحت کو نہ مانیں تو پھر ان کے بستر الگ کر دو، یہ چیز ان کو گوارا نہیں ہوگی۔ یہاں عجیب نکتہ لکھا ہے کہ دو باتیں ہیں، اگر عورت کو اپنے شوہر سے صحیح تعلق ہوگا تو وہ اس کو برداشت نہیں کر سکے گی اور اگر صحیح تعلق نہیں ہوگا تو اس کو کوئی پروا نہیں ہوگی، چاہے کئی دن اس سے روٹھا رہے، اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ یہ علامت ہے اس کے نشوز کی اس کی نافرمانی کی۔

اب تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کی ''تادیب'' کرو، یعنی مار کے ساتھ اس کو سمجھاؤ لیکن یہ مار تکلیف دہ نہ ہو کہ جس سے چوٹ لگ جائے۔

یہ آخری درجہ ہے اس درجہ کے بعد کوئی درجہ نہیں، کیونکہ مار دراصل حیوانوں کے لئے لکھی گئی ہے انسانوں کے لئے نہیں، جو عورت مار کی محتاج ہو تو سمجھنا چاہئے کہ وہ آخری درجہ پر پہنچ چکی ہے اور مرد کو بھی چاہئے کہ وہ سمجھ لے کہ یہ آخری درجہ ہے اس کو مشغلہ بنالینا یہ مستحسن بات نہیں ہے، اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ بات نہیں ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ''لا تضربوا اماء الله'' ''اللہ کی بندیوں کو مارا نہ کرو'' صحابہ کرامؓ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے عاشق تھے، چنانچہ اگر کوئی مارتا تھا تو وہ بھی رک گیا۔ عورتوں کو پتہ چلا تو شیر ہوگئیں کہ ہمیں کچھ کہہ تو سکتے نہیں ہیں۔

حضرت عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یارسول اللہ! آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا تو عورتوں کا تو مزاج ہی بگڑ گیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ ہلکا پھلکا ارسکتے ہو۔ شام ہوئی تو بہت سی عورتیں جمع ہوگئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر اور شکایتیں کرنے لگیں کہ میرے شوہر نے مجھے مارا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ: محمد کے گھر پر بہت سی عورتیں آئی ہیں۔ ''یشکین ازوا جھن'' اپنے شوہروں کی شکایتیں کی ہیں: ''اولئک لیس بخیارکم'' ایسے لوگ تم میں سے اچھے آدمی نہیں ہیں جو اپنی عورتوں کو مارتے ہیں۔

عورتوں کو مارنا اگر تادیب کے لئے ہو تو اس کی اجازت دی گئی ہے لیکن یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے، ایسا شخص کوئی پسندیدہ آدمی نہیں ہے، نہ شوہر پسندیدہ ہے نہ عورت۔

بہرحال پہلی صفت یہ بیان فرمائی نیک عورتوں کی کہ جو فرمانبردار ہیں اپنے رب کی بھی اور فرمانبردار ہیں اپنے شوہر کی بھی۔ آگے دوسرا وصف قرآن کریم نے ذکر فرمایا کہ وہ شوہر کی پس پشت یعنی اس کی غیر حاضری میں خیانت نہیں کرتیں بلکہ اپنی عزت وآبرو کی اور شوہر کے مال واولاد کی حفاظت کرتی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالی نے ان پر حفاظت کا پردہ ڈال رکھا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"اَلْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ"

"عورت کو اللہ نے نگہبان فرمایا ہے اپنے شوہر کے گھر کا

اور اس کی اولاد کا"

یعنی اول وہ عورت شوہر کی آبرو میں خیانت نہ کرے۔ دوسرا اس کے گھر میں خیانت نہ کرے۔ تیسرا اس کی اولاد کی تعلیم و تربیت میں خیانت نہ کرے تو یہ عفیفہ و پاک دامن ہے۔

صفت دوم... وہ عورت مسلمہ ہو

اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار اور احکام الٰہی کو بجالانے والی ہو، مُسلِم کے معنی ہیں گردن ڈال دینا۔ جو شخص کہ حکم الٰہی کے سامنے گردن جھکا دے، ان کو بجالائے، اس کے احکام سے سرکشی اور انکار نہ کرے..... نہ زبان سے انکار کرے.... نہ دل سے انکار کرے تو یہ شخص فرمانبردار ہے، اس کو مسلم کہتے ہیں۔ اور جو شخص حکم الٰہی کو سن لیتا ہے لیکن ماننے کا جذبہ اس میں پیدا نہیں ہوتا اور اس کی خواہش نفس اس کو دوسری پٹی پڑھاتی ہے تو اس کی مسلمانی میں نقص پایا جاتا ہے۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ وہ مسلمان نہیں ہے، مسلمان ہے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے لیکن اس کی مسلمانی میں نقص پایا جاتا ہے کیونکہ مسلم تو وہ ہوتا ہے جو اللہ کے سامنے گردن رکھ دے۔ اپنی ظاہری گردن بھی جھکا دے جیسا کہ ہم سجدے میں جھکا دیتے ہیں اور دل کی گردن بھی جھک جائے۔ اپنے چہرے اور وجود والی گردن تو تم نے اللہ کے سامنے جھکا دی لیکن دل کی گردن نہیں جھکی۔ یہ گردن بھی تو اللہ کے سامنے جھکنی چاہیے؟ اس کی ہر منشا اور ہر حکم کے سامنے ہماری گردن جھکی ہوئی ہونی چاہیے۔

پس نیک عورت کی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت میں اپنی گردن کو جھکائے رکھے اور اطاعت میں کوتاہی نہ کرے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

"وَلَا تفرِطُوْا فِیْ جَنْبِ اللہِ"

ترجمہ:... "اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کوتاہی نہ کرو"

(حیاۃ الصحابہ، ج:۳، ص:۲۹۶)

اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کوتاہی نہ کرو

قیامت کے دن کافر کہیں گے کہ:

”یٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ وَاِنْ کُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ.“ (الزمر:۵۶)

ترجمہ:... ”ہائے میری حسرت! اس پر جو کوتاہی کی میں نے اللہ کے معاملے میں، اور بے شک میں تھا ہنسی کرنے والوں میں سے۔“

پس اللہ کے معاملے میں کوتاہی نہ کی جائے، اور اس کے معاملے میں کسل یعنی سستی سے کام نہ لیا جائے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اور چیزوں سے پناہ مانگتے تھے، وہاں اس چیز سے بھی پناہ مانگتے تھے کہ یا اللہ! میں کسل سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ یہاں کسل کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے معاملے میں سستی کا برتاؤ کرنا، سستی سے کام لینا۔

ایمان و یقین لانے میں کوتاہی

اللہ تعالیٰ کے معاملے میں سستی کرنا، اس کی ایک صورت تو سب سے بڑی کفار میں پائی جاتی ہے، یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر اِیمان نہیں لائے، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر، اللہ تعالیٰ کے اَحکام پر اِیمان نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصیب فرمادی، یعنی ایمان، یہ بہت بڑی دولت ہے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے، لیکن ایمان کے بھی مختلف درجات ہیں، ایمان، ایمان میں بھی فرق ہے، تو کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے درجات میں ترقی عطا فرمائے اور ہمیں کامل ترین ایمان نصیب فرمائے، آمین! محنت بھی کرنی چاہئے، دُعا بھی کرنی چاہئے۔

فرائض میں کوتاہی

ایمان کے بعد دُوسرا درجہ اعمال کا ہے، اور اعمال میں سب سے اوّل فرائض کا درجہ ہے، نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، زکوٰۃ فرض ہے، اگر مالی و بدنی استطاعت ہے تو حج فرض ہے، اسی طرح جو حقوق واجبہ ہیں، ان کے ادا کرنے میں سستی نہ کی جائے۔

ہم سے جو فرائض و واجبات ادا کرنے میں غفلت ہو جاتی ہے، کوتاہی ہو جاتی ہے، یہ اس لئے ہوتی ہے کہ ہمیں ان فرائض و واجبات کی اہمیت کا اندازہ نہیں، اور ان کو ترک کرنے کے وبال کا احساس نہیں، اگر ہمیں معلوم ہو کہ ان فرائض میں کوتاہی کرنے سے ہمارا کتنا نقصان ہو رہا ہے تو ان کے بجالانے میں کبھی سستی نہ کریں، کبھی سستی نام کو بھی نہ آئے، اور بُرا ماحول بھی سستی پیدا کرتا ہے، اچھا خاصا دِین دار آدمی اگر بے دِین لوگوں میں چلا جائے، جن کو دِین کی پروا نہیں، تو یہ بھی ڈھیلا ہو جائے گا، اور ایک آدمی جو دِین کے اعتبار سے سست ہے، اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور وہ کسی اچھی محفل میں چلا جائے، اچھے ماحول میں چلا جائے، وہاں اس کو کچھ وقت گزارنے کا موقع ملے تو اس کی سستی بھی کافور ہو جائے گی، ہمارے وہ نوجوان جو پانچ وقت کی نماز بھی نہیں پڑھتے، جب تبلیغ میں نکلتے ہیں تو تہجد بھی پڑھنے لگتے ہیں، اور چند دن میں تہجد گزار بن جاتے ہیں، اس لئے کہ ان کو مسجد کا پاکیزہ ماحول ملا ہے، اور معاشرے کے گندے ماحول سے ان کو نکلنے کا موقع ملا ہے، اس وقت تو ان کا ماحول محدود ہوتا ہے، شب و روز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننا سنانا ہوتا ہے، ذکر ہے، تسبیح ہے، نماز ہے، دعوت ہے، الغرض! تبلیغ میں نکلنے کے بعد آدمی کو سراپا خیر کا ماحول مل جاتا ہے، اور آدمی کے مزاج پر اس ماحول کے اثرات پڑتے ہیں، اس لئے میں اپنے عزیز نوجوانوں کے لئے تبلیغ میں نکلنے کو ضروری سمجھتا ہوں، تاکہ یہاں کے زہریلے ماحول نے ان کے مزاج میں جو زہریلے اثرات پیدا کر دیئے ہیں، تبلیغ میں نکل کر ان کے مزاج کی اصلاح ہو جائے اور اس زہر کا تریاق مہیا ہو جائے۔

نیک اعمال میں کوتاہی

اور تیسری قسم کی سستی یہ ہے کہ ان چیزوں میں کوتاہی کرے جو فرض نہیں ہیں، واجب نہیں ہیں، فرائض اور واجبات کو تو آدمی ادا کرتا ہے، لیکن دُوسری جو عبادتیں ہیں نفلی، ان میں نفس کہتا ہے: ''چلو یہ چیز کوئی فرض تو نہیں، نہ کرو!'' لیکن قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ ہم نے کتنی دولت کھودی، اور ہمارے نفس نے تساہل پسندی اور سستی سے کام لے کر کتنا خسارہ اُٹھایا، اس لئے اس معاملے میں بھی جہاں تک اپنے اِمکان میں ہو سستی نہ کی جائے، فرائض کے بعد نوافل ادا کرنے میں اور دُوسرے نیک کام کرنے میں، اگرچہ یہ چیز فرائض میں شامل نہیں، مگر آخرت کا ذخیرہ جمع کرنے کے لئے ضروری ہے۔

مرنے والے کی حسرت

ایک حدیث میں ہے:

''قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ اَحَدٍ يَّمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ، قَالُوْا: وَمَا نَدَامَتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: اِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ ازْدَادَ، وَاِنْ كَانَ سَيِّئًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ نَزَعَ.'' (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ، ص:۴۸۴)

ترجمہ:... ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی مرتا ہے اس کو ندامت ضرور ہوتی ہے، (چاہے نیک ہو، چاہے بد ہو، اچھا ہو، یا بُرا ہو، پھر اس کی تشریح فرمائی کہ:) نیک آدمی کو یہ حسرت ہوتی ہے کہ اس نے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کیوں نہ جمع کرلیں؟ اور بُرے آدمی کو حسرت ہوتی ہے کہ وہ بُرائیوں سے کیوں باز نہ آیا؟ اور اس نے توبہ واستغفار سے تدارک کیوں نہ کرلیا؟''

الغرض! نیک آدمی کو بھی یہ حسرت ہوتی ہے، کیونکہ وہاں نیکیوں کا سکہ چلے گا، اب جس کی جیب میں جتنے پیسے ہیں، وہ اتنی ہی چیزیں خرید سکتا ہے، اور وہاں چیزیں بہت سستی

ہیں، بہت سستی ملتی ہیں، لیکن جیب میں پیسے بھی تو ہوں، تو اس وقت آدمی للچائے گا اور اس کو یہ حسرت ہوگی کہ اے کاش! میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں لے کر آتا تو آج زیادہ سے زیادہ یہاں کی چیزیں خرید سکتا۔ وہاں کی چیزیں کیا ہیں؟ جنت کے درجات! وہاں نیکیوں کے حساب سے درجات ملیں گے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت فرماتے ہیں کہ دُنیا سے اپنا نیکیوں کا حصہ لے کر جاؤ، اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں سستی اور کوتاہی نہ کرو۔

صفت سوم... وہ عورت نرم مزاج ہو

تیسری صفت بیان فرمائی "لَیِّـنَة" یعنی نرم مزاج ہو۔ کہتے ہیں کہ بدخوئی اور سخت زبانی یوں تو ہر شخص کے بارے میں عیب ہے لیکن عورت میں ہو تو زیادہ عیب ہے۔ آدمی کو بھی زشت خو، بدمزاج، اکھڑ طبیعت اور سختی کے ساتھ بات کرنے والا نہیں ہونا چاہیے:

فطرت کو ناپسند ہے سختی زبان میں
رکھی نہ اس لیے ہڈی زبان میں

ہڈی سخت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے دوسرے تمام اعضاء میں سختی رکھی ہوئی ہے زبان میں نہیں رکھی، زبان کا نرم ہونا اللہ کو پسند ہے۔ فطرت نرمی کو چاہتی ہے اور خاتون خانہ کی زبان تو بطور خاص بالکل ہی نرم ہونی چاہیے۔

حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ وَیُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُؤْتِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَا لَا یُؤْتِیْ عَلَی الْعنفِ."

ترجمہ:... "اللہ تعالیٰ خود بھی نرمی کرنے والے ہیں اور نرمی کو پسند فرماتے ہیں اور نرمی پر وہ چیز عطا فرماتے ہیں جو سختی پر عطا نہیں فرماتے۔"

حق تعالیٰ شانہ کی عنایت نرمی پر اور نرمی سے کام لینے والے آدمی پر جس طرح متوجہ ہوتی ہے سختی سے کام لینے والے پر متوجہ نہیں ہوتی۔

اسی کو فارسی شعر میں کہا ہے:

''سخت گیر آسماں برمرد معنی سخت گیر''

ترجمہ:''جو لوگ سخت گیری کرنے والے ہیں (سختی کے ساتھ پکڑ کرنے والے ہیں) آسمان بھی ان کے ساتھ سخت گیری کا معاملہ کرتا ہے۔''

گویا حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے بھی ان کے ساتھ سخت گیری کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

''مَنْ يُّحْرَمُ الرِّفْقَ فَقَدْ يُحْرَمُ الْخَيْرَ۔''(صحیح مسلم)

ترجمہ:... ''صحیح مسلم میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نرمی سے بےنصیب ہوا وہ تمام خیر کی چیزوں سے بےنصیب ہو۔''

اس حدیث میں ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا ہے، جس شخص سے نرمی چھین لی گئی اس سے ساری خیر چھین لی گئی، بعض ہوتے ہیں نرم مزاج، اور بعض ہوتے ہیں سخت مزاج، جو نرم مزاج ہوتا ہے وہ معاملہ کو آسانی سے چلتا کر دیتا ہے، زیادہ مؤاخذہ اور پکڑ نہیں کرتا، بات بات پر نکتہ چینی کرنا، سختی کرنا، فلانا ایسا کیوں ہوتا ہے؟ فلاں ایسا کیوں کرتا ہے؟ یہ علامت ہے مزاج کی سختی کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ نہایت نرم مزاج تھے، جیسا کسی نے کہہ دیا ٹھیک ہے۔

اور بعض لوگوں کا مزاج ہے کہ اگر باپ بھی آکر کہہ دے تو نہیں مانتے، ایک بات اس نے طے کرلی، اب اگر ابا بھی آکر کہے گا تو نہیں مانے گا، یہ مزاج کی سختی ہے۔

''وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ''(آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ:... ''اگر آپ دُرشت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ منتشر ہوجاتے آپ کے گرد سے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص نرمی سے محروم کردیا گیا وہ ہر

خیر سے محروم کر دیا گیا۔ اور اس کا اُلٹ یہ ہوگا کہ جس کو مزاج کی نرمی دے دی گئی اس کو سب ہی کچھ دے دیا گیا، سب ہی کچھ مل گیا۔

جو لوگ کہ سخت گیر ہوتے ہیں، ان کے ساتھ بھی سخت گیری کا معاملہ ہوتا ہے، جیسے معاملہ یہ کریں گے ویسا ہی معاملہ ان کے ساتھ کیا جائے گا۔

حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ ایک تاجر تھے پرانے زمانے میں، اس نے اپنے نوکروں سے کہہ رکھا تھا کہ لوگوں پر سختی نہ کرنا لین دین میں، اگر کوئی تاخیر کرے تو سختی نہ کرنا، چھوڑ دینا۔ جب اس کو اللہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اس بندے کی عادت تھی کہ معاملات میں نرمی کرتا تھا، میں اپنے اس بندے سے زیادہ نرمی کرنے کا مستحق ہوں، میرے اس بندے سے درگزر کرو اور اس کو جنت میں لے جاؤ۔
(مسند احمد بن حنبل، ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ مومن کو نرم خو اور نرم زبان ہونا چاہئے، بدزبان اور دشنام طراز نہیں ہونا چاہئے، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

''وَاِیَّاکُمْ وَالْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ۔''

(الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۷۹)

ترجمہ:... ''بدگوئی اور فحش کلامی سے بچو!''

بدگوئی اور دشنام طرازی، گالیاں بکنا اور دوسری بکواس کرنا، فرمایا اس سے بچا کرو۔ عرب کا مشہور محاورہ ہے کہ ہر برتن سے وہی چھلکا کرتا ہے جو اس میں ہو، اگر برتن میں دودھ بھرا ہوا ہوگا تو دودھ چھلکے گا، شراب بھری ہوگی تو وہ چھلکے گی، زمزم بھرا ہو وہ چھلکے گا۔ نعوذ باللہ! گندگی بھری ہوئی ہو تو وہ چھلکے گی، تمہاری یہ زبان تمہارے دل کے برتن کو چھلکاتی ہے، اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمہارے دل میں کیا بھرا ہوا ہے، اس کو کہنے کی ضرورت نہیں، اگر گندگی نکلتی ہے، گالیاں بکتے ہو، اس کے معنی یہ ہیں کہ اندر گندگی بھری ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ فرماتے ہیں کہ ذرا اپنے برتن کو ٹھیک کرو، کیونکہ جب آدمی افسردہ ہوتا ہے تو اس سے غمگین باتیں نکلتی ہیں، اور آدمی خوشی سے لبریز ہوتا ہے تو اس سے خوشی کی باتیں نکلتی ہیں۔

بھائی! تمہارے دل میں خیر ہوگی تو تمہارے منہ سے بھی کلمہ خیر نکلے گا، اور نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ! گندگی بھری ہوئی ہوگی تو پھر گالیاں ہی منہ سے نکلیں گی، اور کیا منہ سے نکلے گا؟

زبان کی حفاظت کی ضرورت

اپنی زبان کا جائزہ لو اور دیکھو کہ ہماری زبان کس طرح استعمال ہوتی ہے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

''اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ، فَتَقُوْلُ: اِتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا! فَاِنَّا نَحْنُ بِكَ، فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَاِنْ اَعْوَجَجْتَ اَعْوَجَجْنَا.'' (مشکوٰۃ،ص:۴۱۳)

ترجمہ:...... ''آدم کا بیٹا جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضاً زبان کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں کہ ہم تیرے تابع ہیں خدا کے لئے تو سیدھی چلی تو ہم بھی سیدھے چلیں گے، اور اگر تو ٹیڑھی چلی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔''

زبان تو ایک کلمہ منہ سے بول کر چھپ جاتی ہے، اس کو کوئی کچھ نہیں کہتا، مگر جوتے سر پر پڑتے ہیں، بھاگنا پاؤں کو پڑتا ہے، لڑائی ہاتھوں کو کرنا پڑتی ہے، معلوم ہوا کہ زبان کی ذمہ داری بھی اعضاً پر آجاتی ہے، اس لئے تو ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ خدا کے لئے سیدھے رہنا، یہ دن عافیت سے گزار لینا، تمام اعضاً ہر صبح کو منت سماجت کرتے ہیں، اور اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں۔

صدیق اکبرؓ کا اپنی زبان کو کھینچنا

ایک حدیث میں ہے کہ:

''اِنَّ عُمَرَ دَخَلَ يَوْمًا عَلٰى اَبِىْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَهُوَ يُجَبِّذُ لِسَانَهٗ، فَقَالَ عُمَرُ: مَهْ؟ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ! فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ: اِنَّ هٰذَا اَوْرَدَنِىَ الْمَوَارِدَ.'' (مشکوٰۃ:۴۱۵)

ترجمہ:...... ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دن
بیٹھے زبان کھینچ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، کہنے
لگے: کیا بات ہوگئی ہے؟ فرمایا: اس نے مجھے بہت سارے گھاٹوں پر
اُتارا ہے۔''

حضرت ابن عمرؓ کا زبان کی حفاظت کا انداز

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ زبان کے نیچے کنکر رکھتے تھے تاکہ جب وہ حرکت کرے تو معلوم ہو جائے کہ یہ زبان چلنے لگی ہے۔

ہمیں اس چیز کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مکمل طور پر ہمارے قبضہ میں دے دیا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ ہم کوئی بات کہنا چاہیں تو زبان بند ہو جائے، احساس ہی نہیں ہوتا، تو بھائی! اپنی زبان کی حفاظت کرنی چاہئے۔

بدزبانی اور فحش کلامی سے بچنے کی تلقین

بدزبانی اور فحش کلامی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ:

''مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ وَمَا كَانَ
الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ.'' (مشکوٰۃ، ص:۴۱۴)

ترجمہ:...... ''سختی جس چیز میں بھی پیدا ہو جاتی ہے، اس کو
عیب دار کر دیتی ہے، اور نرمی اور خوش اخلاقی جس چیز میں بھی پیدا
ہو جاتی ہے اس کو زینت دے دیتی ہے۔''

زبان میں ہڈی نہ ہونے کی حکمت

قدرت کو سخت زبانی ناپسند ہے، ہڈی کے بغیر اللہ تعالیٰ نے زبان کو بنایا ہے، کیونکہ اس میں سختی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، نرم گفتاری اور شیریں کلامی کی عادت ڈالو، سخت کلامی کرنا اور بدگوئی کرنا عیب ہے، اور ایک مؤمن کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

''چنانچہ عورت کی خوبی یہ ہے کہ اس کو اپنے شوہر کے ساتھ نرم خو، نرم زبان اور دھیمے مزاج والی ہونا چاہیے''۔

مرد و عورت کی زبان کب نرم و سخت ہوتی ہے

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مرد اور عورت میں یہ فرق ہے کہ شروع شروع میں مرد کی زبان سخت ہوتی ہے اور عورت کی زبان نرم ہوتی ہے۔ جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے مرد کی زبان نرم ہوتی جاتی ہے اور عورت کی زبان سخت ہوتی جاتی ہے۔ یہ عجیب تجربہ بتایا ہے کہ عمر کا بڑھنا آدمی کے مزاج کو بھی اور اس کی زبان کو بھی نرم کر دیتا ہے اور عورت کی عمر کا بڑھنا اس کے مزاج کو بھی اور زبان کو بھی سخت کر دیتا ہے، نو جوانی کے زمانے میں عورت جس طرح نرم مزاج، شیریں زبان ہوتی ہے بڑی عمر ہونے کے بعد وہ بات نہیں رہتی خدا جانے کیا قصہ ہے؟ بہر کیف نرم خوئی اور نرم مزاجی عورت کا زیور ہے۔ یہ اس کے حسن اور نزاکت کو دوبالا کر دیتی ہے۔

میں نے ایک بوڑھا دیکھا جس کے ساتھ ایک خاتون تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بہت اچھی شکل و صورت اس کو دی تھی اور ایسا لگتا تھا کہ یہ شخص بہت خوش قسمت ہے کہ اس کو ایسی خوبرو بیوی ملی ہے۔ دیہاتی قسم کے لوگ تھے۔ آپس میں باتیں کر رہے تھے جب میں نے اس خاتون کی بات سنی تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ پڑھا اور اس کی خوبصورتی یا شکل و شمائل کا اچھا ہونا اس کے ایک لفظ سننے سے سارا ختم ہو گیا۔

صفت چہارم... وہ عورت محبت کرنے والی ہو

عورت کی چوتھی صفت فرمائی ''وَدُوْدَة'' محبت کرنے والی ہو، اور یہ محبت کرنا انسان کی فطرت ہے۔ بعض داناؤں کا کہنا ہے اور یہ کہنا صحیح ہے کہ ''دنیا میں محبت کا راج ہے، دنیا میں محبت کا سکہ چلتا ہے'' میرے خیال میں اگر دنیا سے محبت کا عنصر نکال دیا جائے تو اس عالم میں جس کو ہم دنیا کہتے ہیں اور اس جگہ کو جس کو ہم جہنم کہتے ہیں کچھ فرق نہیں رہے گا۔

صرف ایک محبت کی شیرینی نے اس پورے عالم کو حسین بنا رکھا ہے۔

میاں بیوی میں محبت کا تعلق ہونا چاہیے

محبت بے محل ہو تو بری لگتی ہے اور برمحل ہو تو نعمت کبریٰ ہے۔ میاں بیوی کا جوڑ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، یہ محبت کا جوڑ ہے، اس محبت کے جوڑ میں تھانیداری نہیں چلتی۔ اپنے گھر کے اندر کوئی بھی تھانیدار نہیں ہے اور جن لوگوں کو یہ زعم ہے کہ وہ گھر میں بھی تھانیداری کریں وہ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ہر ملک اور خطے میں اسی ملک اور خطے کا اپنا سکہ چلتا ہے، گھر میں تھانیداری کا سکہ نہیں بلکہ محبت کا سکہ چلتا ہے۔ میاں بیوی دونوں کو آپس میں محبت کرنے والا ہونا چاہیے۔ عورت کی نازک مزاجی کی خاص صفت یہ ہے کہ وہ محبت کرنے والی ہوتی ہے۔ جو خاتون اپنے شوہر سے بہت زیادہ محبت کرنے والی ہو تو یہ اس خاتون کا کمال اور حسن ہے۔

اور جن میاں بیوی کا تعلق آپس میں کچھ واجبی سا ہوتا ہے میں ان کی مثال ایسے دیتا ہوں کہ وہ ان دو بیلوں کی طرح ہیں جن کو ایک پنجالی میں جوڑ دیا جاتا ہے ہل چلانے کے لیے۔ ایک جگہ جکڑ دیا جاتا ہے، اس کو اس کے ساتھ کیا محبت اور اس کو اس کے ساتھ کیا محبت؟ میاں بیوی کی محبت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"لَمْ تَرَ مُتَحَابِّیْنَ مِثْلَ النِّکَاحِ"

ترجمہ:... "تم نہیں دیکھو گے دو محبت کرنے والے مثل نکاح کے۔"

مطلب یہ ہے کہ نکاح ہونے کے بعد میاں بیوی کے درمیان جو محبت ہوتی ہے اس طرح کی محبت تم دوسری جگہ نہیں دیکھو گے۔

غیر محرم سے محبت و تعلق حرام اور ناجائز ہے

بعض بے وقوف مجھے لکھتے ہیں کہ مجھے فلاں لڑکی سے محبت ہے اور ہماری محبت پاک ہے۔ "نعوذ باللہ استغفر اللہ" انہی لوگوں سے مجھے معلوم ہوا کہ خنزیر کی بھی دو

قسمیں ہیں، ایک خنزیر پاک ہوتا ہے اور ایک خنزیر ناپاک ہوتا ہے۔ نامحرم لڑکے اور لڑکی کا آپس میں تعلق اور جوڑ یہ تو خنزیر ہے، نجس العین ہے۔ یہ تو شروع ہی سے ناپاک ہے۔ تم اس میں بھی قسمیں بنا رہے ہو کہ ہماری محبت پاک ہے۔

بھائی محبت کے پاک ہونے کے لیے لڑکے اور لڑکی کا نکاح شرط ہے۔ اگر لڑکے اور لڑکی دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک عقد میں جمع کر دیا ہے تو سبحان اللہ، اب کرو محبت... جتنی کرتے ہو.... بہت محبت کرو... ٹوٹ کر محبت کرو.... اور اس وقت تمہارا ایک دوسرے سے محبت کرنا..... شریعت کی نظر میں بھی.... عقل کی نظر میں بھی.... عرف کی نظر میں بھی کمال سمجھا جائے گا اور ناجائز تعلق تو نعوذ باللہ، استغفر اللہ، خود ناجائز ہے، ناپاک ہے، یہاں پاک ناپاک کا کیا سوال ہے؟

سب سے بہتر عورتیں قریش کی نیک عورتیں ہیں

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خَیْرُ النِّسَاءِ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَیْشٍ وَاَحْنَاهُنَّ عَلٰی وَلَدِهَا وَاَحْفَظُهُنَّ لِبَیْتِ زَوْجِهَا"

ترجمہ:... "سب سے بہتر عورتیں قریش کی نیک عورتیں ہیں اور وہ قریشی عورتیں اپنے بچوں پر نہایت شفیق اور اپنے شوہروں کے گھر کی حفاظت میں سب سے زیادہ بڑھ کر ہوتی ہیں۔"

تمام عورتوں سے زیادہ جتنا قریشی عورتوں کا اپنے شوہروں سے تعلق ہوتا ہے اتنا کسی کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ بہت زیادہ تعلق (محبت) رکھنے والی ہوتی ہیں۔

صفت پنجم... وہ عورت زیادہ بچے جننے والی ہو

پانچویں صفت بیان فرمائی "وَلُوْدَۃٌ" کہ وہ عورت بہت زیادہ بچے دینے والی ہوتی ہے۔ اگر شادی کے بعد اولاد نہ ہو تو مولوی جی کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو جی

سات سال ہوگئے ہیں اور ہماری بیٹی کے ہاں اولاد نہیں ہوئی، کوئی تعویذ دے دو! اور پھر جب اللہ تعالیٰ اولاد دے دیتے ہیں تو کہتے ہیں "بچے دو ہی اچھے" **لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔**

اور یہ منصوبہ بندی کے اشتہار بانٹنے والے خود بھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ "یہ دو ہی اچھے کا اشتہار دینے والوں کے اپنے آٹھ آٹھ ہیں۔" ان سے پوچھو: بے نظیر کے کتنے ہیں؟ دو ہی ہیں؟ اور اس قسم کے جتنے لوگ ہیں ان کے بس ایک لڑکا ایک لڑکی ہی ہے؟ اخباروں میں تصویر دی ہوتی ہے دو بچوں کی۔ ان اشتہاروں پر قوم کا پیسہ ضائع کرتے ہو، کوئی تمھاری نصیحت نہیں سنتا! کبھی کسی نے نہیں کہا کہ درخت پر دو ہی آم لگنے چاہئیں، تم اس فصل کی پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہو۔ اور یہ انسان کی نسل اس کی پیداوار کا پھل ہے اس کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہو۔

باقی رہی یہ بات کہ ان بے چارے لوگوں کو آبادی کی یہ کثرت ہمیشہ پریشان کیے رکھتی ہے، کہتے ہیں کہ آمدنی کم ہے اور آبادی زیادہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اس زمین کے اندر اتنے خزانے رزق کے پیدا کر رکھے ہیں کہ اگر تم انصاف کے ساتھ کھاؤ تو ختم نہیں ہوں۔ اور اگر کبھی صفایا کرنے کی.... جھاڑ دپھیرنے کی زیادہ ضرورت پیش آبھی جائے تو اللہ تعالیٰ وہ بھی جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں غالباً ۲۱ھ میں طاعون پھیلا تھا (جس سے صفایا ہوگیا تھا) اس کا نام ہی 'طاعون جارف ہے' جھاڑ دینے والی طاعون (وباء)۔

جب اللہ تعالیٰ ضرورت محسوس کرتے ہیں تو جھاڑو بھی دے دیتے ہیں، ان کو منصوبہ بندی کرنا خود آتی ہے، تمہیں اس کی فکر میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کی شرعی حیثیت

خاندانی منصوبہ بندی کی جو تحریکیں آج عالمی سطح پر چل رہی ہیں، ان کے بارے میں تو علمائے اُمت فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں، البتہ کسی خاص عذر کی حالت میں جبکہ اطباء کے نزدیک عورت مزید بچوں کی پیدائش کے لائق نہ ہو، علاجاً ضبطِ ولادت کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

ضبطِ ولادت کی مختلف اقسام اور ان کا حکم

اب ضبطِ تولید کے مختلف انواع ہیں۔ ۱- مانع حمل دوائیاں یا گولیاں استعمال کرنا، ۲-حمل نہ ٹھہرنے کے لئے آپریشن کرانا، ۳-حمل ٹھہر جانے کے بعد اس کو دواؤں سے ضائع کرنا، ۴-اسقاطِ حمل کرانا، ۵-یا مادۂ منویہ اندر جانے سے روکنے کے لئے پلاسٹک کوئل استعمال کرنا، یہ سب اقسام ہیں۔

لہٰذا فقر اور احتیاجی کے خوف سے یا کثرتِ اولاد کو روکنے کے واسطے مذکورہ انواع میں سے جس کو بھی اختیار کیا جائے گا، وہ ضبطِ تولید میں آئے گا، اور ضبطِ تولید کے عمل کرنے اور کرانے والا دونوں گناہگار ہوں گے۔

اِلَّا یہ کہ کوئی مریض ایسا ہو کہ حمل کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور حمل بھی ایسا کہ اس میں جان پیدا نہ ہوئی ہو، یعنی چار ماہ کی مدّت سے کم ہو، اس سے قبل اسقاط کرا سکتا ہے۔ ایسی خاص صورت میں ڈاکٹر بھی گناہگار نہ ہوگا اور مانع حمل اور اسقاط کی دوائی استعمال کرنے والا بھی گناہگار نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ منع حمل کی تدبیر اگر بطور علاج کے ہو کہ عورت کی صحت متحمل نہیں تو بلا کراہت جائز ہے، ورنہ مکروہ ہے، اور اس نیت سے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا کہ بڑھتی ہوئی آبادی کو کنٹرول کیا جائے، شرعاً گناہ ہے۔

برتھ کنٹرول کی گولیوں کے مضر اَثرات

اور پھر ان گولیوں کے مضر اثرات الگ ہیں، یہ گولیاں عورت کے سر درد پیدا کرتی ہیں، ماہانہ نظام میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بعض عورتیں بے پناہ موٹی اور بعض عورتیں دُبلی اور کمزور ہو جاتی ہیں، بینائی پر اثر پڑتا ہے، سر کے بال سفید ہو جاتے ہیں، مختلف قسم کی اندرونی تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں، بعض عورتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ماں بننے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہیں۔ مانع حمل گولیوں کے استعمال کرنے والی عورتوں سے اس

کے مضر اثرات کے متعلق پوچھا جائے تو ہر عورت کو سر درد کی شدید تکلیف میں مبتلا پاؤ گے، جو ہفتے عشرے میں ضرور اُٹھتا ہے، اور جس کو روکنے کے لئے وہ ڈسپرین کی گولیاں استعمال کرتی ہیں، یہ سر درد تقریباً دو تین روز رہتا ہے۔ عموماً عورتوں کے پیروں کے پٹھے اکڑنے کی بھی شکایت ہو جاتی ہے، پیر سن ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ان کو حرکت تک نہیں دے سکتیں۔ بہرحال اگر سروے کیا جائے تو ہر پڑھی لکھی عورت اس لعنت سے پریشان ہے۔

اور یہ تمام نحوستیں اس وجہ سے ہیں کہ اس زندگی کو اصل زندگی سمجھ لیا گیا ہے، موت اور موت کے بعد کی زندگی کو فراموش کر دیا گیا ہے۔ اسلام نے جس سادگی اور کم تر آسائشِ زندگی حاصل کرنے کی تعلیم دی تھی، اس کے بجائے سامانِ تعیش کو مقصد بنالیا گیا ہے، یہ معیارِ زندگی کو بلند کرنے کا بھوت پوری قوم پر سوار ہے، جس نے قوم کی دُنیا و آخرت دونوں کو غارت کر دیا ہے، ان تمام بیماریوں کا علاج یہ ہے کہ مسلمانوں میں آخرت کے یقین کو زندہ کیا جائے۔

حکومت ضبطِ تولید پر کروڑوں روپیہ ضائع کر رہی ہے، لیکن اس کے باوجود آبادی کو محدود کرنے کا ہدف حاصل کرنے میں ناکام ہے، البتہ اس سے چند خرابیاں رُونما ہو رہی ہیں:

اوّل:...... عورت کا بچے پیدا کرنا ایک فطری عمل ہے، جو عورتیں اس فطری عمل کو روکنے کے لئے غیر فطری تدابیر اختیار کرتی ہیں وہ اپنی صحت کو برباد کر لیتی ہیں، اور بلڈ پریشر سے لے کر کینسر تک کے روگ ان کی زندگی بھر کے ساتھ ہو جاتے ہیں، اور وہ جلد سے جلد قبر میں پہنچنے کی تیاری کر لیتی ہیں، گویا ضبطِ تولید کی گولیاں اور دُوسری غیر فطری تدابیر ایک زہر ہے جو ان کے جسم میں اُتارا جا رہا ہے۔

دوم:...... اس زہر کا اثر ان کی اولاد پر بھی ظاہر ہوتا ہے، چونکہ ایسی خواتین کی اپنی سوچ گھٹیا ہے، اس لئے ان کی اولاد بھی ذہنی و جسمانی طور پر تندرست نہیں ہوتی، بلکہ یا تو جسمانی طور پر معذور ہوتی ہے، یا ذہنی بلندی سے عاری۔ کام چور، کھیل کود کی شوقین، والدین کی نافرمان، اور جوان ہونے کے بعد نفسانی و جنسی امراض کی مریض۔ اس طرح ضبطِ تولید کی یہ تحریک، جس پر حکومت قوم کا کروڑوں، اربوں روپیہ غارت کر چکی ہے، اور کر

رہی ہے، درحقیقت ایک معذور اور ذہنی طور پر اپاہج معاشرہ وجود میں لانے کی تحریک ہے۔

سوم:...... ہمارے معاشرے میں مرد و زَن کے اختلاط پر کوئی پابندی نہیں، تعلیم گاہوں میں (جن کوئی نسل کی قتل گاہیں کہنا زیادہ صحیح ہوگا) نوجوان لڑکے اور لڑکیاں مخلوط تعلیم حاصل کرتے ہیں، عقل ناپختہ اور جذبات فراواں، اس ماحول میں نوجوان نسل بجائے فنی تعلیم کے عشق لڑانے کی مشق کرتی ہے، اور جنسی ملاپ کو منتہائے محبت تصوّر کرتی ہے، اس راستے میں سب سے بڑی رُکاوٹ یہ ہے کہ اگر جنسی ملاپ کا نتیجہ ظاہر ہوگیا تو دُنیا میں رُسوائی ہوجائے گی، اس برتھ کنٹرول کی تحریک نے ان کے راستے کی یہ مشکل حل کردی، اب لڑکیاں اس غلط روی کے خوفناک انجام سے بےفکر ہوگئی ہیں، اور اگر برتھ کنٹرول کے باوجود ''نتیجۂ بد'' ظاہر ہی ہوجائے تو ہسپتال میں جاکر صفائی کرالی جاتی ہے۔

الغرض! حکومت کی یہ تحریک صرف اسلام ہی کے خلاف نہیں، بلکہ پورے معاشرے کے خلاف ایک ہولناک سازش ہے۔

بچے کا پیدا ہونا عورت کی صحت کا باعث ہے

عورت کا بچے پیدا کرنا، اس کی کوکھ سے بچے کا پیدا ہونا یہ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت بنائی ہے۔ یہ اس کی زینت کا باعث ہے اس سے عورت کی صحت متاثر نہیں ہوتی، بلکہ صحت متاثر ہوتی ہے بند کرنے سے۔ تم نہیں جانتے کہ یہ جو نظام ولادت اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر رکھا ہے یہ ایک مستقل کارخانہ ہے جو اس کے اندر رفٹ کیا ہوا ہے۔ ہمارے اندر بہت سی مشینریاں ہیں اور یہ بچے پیدا کرنے کی مشینری اللہ تعالیٰ نے عورتوں میں فٹ کی ہے اور یہ صحیح طور پر اپنا کام کرتی رہے تو اس کی صحت بھی صحیح رہتی ہے۔ اس کے ایام ترتیب سے آتے ہوں، باقاعدگی کے ساتھ آتے ہوں تو اس کی صحت صحیح رہتی ہے اور اگر ایام قبل از وقت بند ہوجائیں تو گندا خون سرایت کرے گا اور صحت خراب ہوگی۔

صفت ششم ... وہ عورت زمانے کے مقابلے میں شوہر کی مدد کرے

چھٹی صفت یہ ذکر فرمائی کہ وہ عورت حوادث زمانے کے مقابلے میں اپنے شوہر

کی مدد کرے مگر شوہر کے مقابلے میں حوادث زمانے کی مدد نہ کرے۔

شوہر تنگ دست ہے تو صبر و شکر کے ساتھ اس پر قناعت کرے، الحمد للہ کہے اور اس کو تسلی دے کہ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ بہتر کرے گا۔ اس کے دین کے معاملے میں اس کی مدد کرے کہ اس کو حرام نہ کھانے دے۔

ارواح ثلاثہ میں قصہ لکھا ہے کہ ایک خاتون کی تحصیل دار کے ساتھ شادی ہوگئی، عورت بڑے نیک خاندان کی تھی اور تحصیل دار صاحب رشوت لیتے تھے۔ وہ اپنے میکے سے چنے بھنوا کر لے گئی، وہی کھاتی اور تحصیل دار کے گھر کی کسی چیز کو منہ نہ لگاتی۔ کسی واقف کار خاتون نے تحصیل دار سے کہا کہ اس کو گھر بھیج دیجیے ورنہ مر جائے گی، یہ کوئی چیز نہیں کھاتی کیونکہ تمہاری آمدنی مشکوک ہے۔ آخر کار تحصیل دار نے رشوت سے توبہ کرلی۔

تو عورتوں کا آئے دن نئے نئے جوڑے بنانا اور نئے سے نئے صوفہ سیٹ اور قالین خریدنا، اس کے لیے پیسہ چاہیے۔ اب اس صورت میں مرد بھی حرام کمائے گا اور عورت بھی حرام خرچ کرے گی اور سیدھے دونوں جہنم میں جائیں گے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ:

”وَاَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ فِتْنَةَ النِّسَاءِ اِذَا تَسَوَّرْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَبِسْنَ رِيَاطَ الشَّامِ وَعَصْبَ الْيَمَنِ فَاَتْعَبْنَ الْغَنِيَّ وَكَلَّفْنَ الْفَقِيْرَ مَا لَا يَجِدُ.“ (حلیۃ الاولیاء، ج:۱،ص:۲۳۶)

ترجمہ:... ”میں جس چیز کا تمہارے حق میں سب سے زیادہ اندیشہ کرتا ہوں وہ عورتوں کا فتنہ ہے، جبکہ وہ سونے چاندی کے کنگن پہنیں گی، اور شام کے نرم اور باریک کپڑے پہنیں گی، یمن کے رنگین اور منقش کپڑے پہنیں گی، پس مال دار کو تھکا دیں گی، اور فقیر اور نادار کو ایسی چیز کا مکلف کریں گی جو اس کو میسر نہیں۔“

عورتوں کے ذریعہ آزمائش

فرمایا کہ: ''جس آزمائش کا مجھے سب سے زیادہ اندیشہ ہے، وہ عورتوں کی آزمائش ہے۔'' کہ تم عورتوں کے فتنے کے سامنے نہیں ٹھہر سکو گے، فتنے کا یہ سیلاب تمہیں بہا کر لے جائے گا، جیسا کہ اکبر مرحوم نے کہا ہے:

اکبر دبے نہ تھے برٹش کی فوج سے
لیکن شہید ہوگئے بی بی کی نوج سے

اور فرمایا کہ: یہ اس وقت ہوگا جب یہ سونے اور چاندی کے کنگن پہننے لگیں گی، اب تو چاندی بھی گئی، صرف سونا رہ گیا ہے، ''ریاط الشام'' یعنی شام کے مہین نرم و نازک کپڑے پہننے لگیں گی، اُس وقت یہ باریک کپڑے وہاں بنتے ہوں گے، اور یمن کے ''عصب'' یعنی منقش اور پھول دار کپڑے پہننے لگیں گی، اور ان کی فرمائشوں سے غنی آدمی عاجز آجائے گا۔

عورتوں سے مال دار آدمی کا عاجز ہونا

حالانکہ غنی کو اچھا خاصا اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے، لیکن بیگم صاحبہ کی فرمائشیں پوری نہیں کرسکتا، کیا کریں؟ اور فقیر کو اس چیز کا مکلّف کریں گی جو اس کو میسر نہیں، اب فقیر کے پاس کچھ ہے نہیں، بے چارہ نادار آدمی ہے وہ کہاں سے لا کر دے؟ لیکن بیگم صاحبہ کا اصرار ہے کہ میں نہیں جانتی، ہمارا معیارِ زندگی ہمسائی کے برابر ہونا چاہئے۔

عورتوں کی کمزوری

چند چیزیں عورتوں کی کمزوری ہوتی ہیں، ایک تو قدرتی طور پر ان کو نمائش کی عادت ہوتی ہے، مثلاً: اگرچہ اپنے گھر میں بہت ہی سکھ ہے، آرام ہے، اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ ہے، لیکن اگر آس پڑوس والوں نے دیکھا نہیں، رشتہ داروں نے اس کا معائنہ نہیں کیا، تو پھر اس کا لطف کیا آیا؟ مزے کی بات تو نہ ہوئی، اردگرد کے لوگ آئیں اور ہمارے گھر کے نقار خانے کو دیکھ کر پہلے تو ششدر اور حیرت زدہ رہ جائیں، پھر وہ تعریف کے چند کلمات بول کر جائیں، اور پھر وہاں سے نکلیں تو ہمیں گالیاں نکالیں، عورتیں ایسی عقلمند ہیں

کہ جانتی ہیں کہ یہ ہمارے سامنے جھوٹ بول رہا ہے، لیکن اس کی جھوٹی تعریف سے خوش ہو رہی ہیں، ایک تو ان کو نمائش کی بیماری ہے۔

اب اللہ تعالیٰ نے کسی کو زیادہ دے رکھا ہے، کسی کو کم دے رکھا ہے، کسی کو اتنا زیادہ دے رکھا ہے کہ اس کے کتوں کا بجٹ ہزاروں روپے ماہانہ کا ہے، میرے مالک کی تقسیم ہے، کسی کو صرف اتنا دیا ہے کہ روٹی ہی ملتی ہے، کسی کو یہ بھی نہیں، جیتا وہ بھی ہے، جیتا یہ بھی ہے، اس کی بھی گزر رہی ہے، اُس کی بھی گزر جائے گی۔

دنیا میں ساری خواہشیں پوری نہ ہوں گی

اللہ تعالیٰ کی سنت اور اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ اس عالم میں رہتے ہوئے ہر ایک کی ساری ضرورتیں اور خواہشیں پوری نہیں ہوتیں، اور دنیا جہاں کی ساری نعمتیں ایک کو نہیں دی جاتیں، حسن و جمال بھی ہو، فضل و کمال بھی ہو اور نوال بھی ہو، علم بھی ہو، عقل بھی ہو، ساری چیزیں ایک ہی گھر میں جمع کر دیں، اس دنیا میں یہ نہیں ہو سکتا۔

جنت میں سب خواہشیں پوری ہوں گی

ہاں البتہ یہ جنت میں ہوگا، اور جنت میں ایسا ہوگا کہ جو شخص جو چاہے گا کہ میں ایسا ہو جاؤں، وہ ویسا ہی ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں لمبا قصہ آتا ہے، اس میں ایک جملہ یہ ہے:

”..... قَالَ: فَيَقْبِلُ الرَّجُلُ ذُوْ الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقَى مَنْ هُوَ دُوْنَهُ وَمَا فِيهِمْ دَنِيٌّ فَيَرُوْعُهُ مَا يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَقْضِيْ آخِر حَدِيْثِهِ حَتّٰى يَتَخَيَّلَ عَلَيْهِ مَا هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ .... الخ.“ (مشکوٰۃ، ص:۴۹۹)

ترجمہ:......”جنت والوں کا اجتماع ہوگا تو ایک بڑے درجے کا جنتی ہے اور ایک چھوٹے درجے کا جنتی ہے (ظاہر بات ہے کہ درجات تو وہاں بھی ہوں گے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بڑے

درجے کے جنتی کا لباس اس کی شان کے لائق ہوگا، چھوٹے درجے
کے جنتی کا لباس اس کے لائق ہوگا، تو اس شخص کے دل میں خیال
آئے گا کہ اس کا لباس عمدہ ہے، کسی کی کوئی عمدہ چیز دیکھ کر آدمی کے
دل سے ایک خواہش نکلتی ہے اور ایک خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے،
تو اس کے دل میں خیال آئے گا کہ اس کا لباس اچھا ہے گویا اپنے
اندر نقص نظر آئے گا) حالانکہ کوئی نقص نہیں ہوگا، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دیکھتے ہی دیکھتے اس کا لباس اتنا حسین وجمیل
ہوجائے گا کہ یہ اپنے لباس کو اس سے زیادہ حسین سمجھے گا۔"

دنیا میں جنت کے مزے لوٹنے کا گُر

یہ ایک نکتہ معرفت ہے، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں یہ چیز نصیب فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے، میں یہ سمجھوں کہ میرے حسب حال جتنا دیا ہے کسی کو بھی اتنا نہیں دیا، تو ہماری یہ دنیا ہی جنت بن جائے گی، پڑا ہوگا کسی کے پاس مال ہوگا کسی کے پاس جمال اور پڑی ہوں گی کسی کے پاس فلاں فلاں نعمتیں، ہمیں کیا؟

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب نوراللہ مرقدہ کا شعر ہے:

مجھ کو کیا کس کے جام میں ہے کیسی مے؟
میرے پیمانے میں لیکن حاصلِ مے خانہ ہے!

کسی کے پیمانے میں کیسی شراب ہے؟ مجھے اس سے کیا؟ پورے مے خانہ کا نچوڑ میری پیالی میں موجود ہے۔ مجھے کیا دیکھنا ہے کہ کسی کے ساتھ کیا معاملہ ہورہا ہے؟ کس کے ساتھ کیا عنایتیں ہورہی ہیں؟ میں دوسروں کو کیوں دیکھوں؟ میں تو صرف اپنے کو دیکھوں اور اپنے مالک کو دیکھوں۔ (یعنی رضا بالقضاء)

سارے مالک کے بندے ہیں، مالک کس کے ساتھ کیا معاملہ کررہا ہے؟ وہ جانے اس کا بندہ جانے، میرے ساتھ میرے مالک نے ایسی عنایت کا معاملہ کیا ہے کہ کیا بات ہے؟

اگر ہر آدمی کے دل میں یہ بات پیدا ہو جائے، تو جنت دنیا میں ہی پیدا ہو گئی، خلاصہ یہ کہ یہ سب چیزیں ہر ایک کو نہیں دی جاتیں، اور پھر ان عورتوں کا انداز حاکمانہ ہوتا ہے۔

عورتوں کا انداز

جب برابر والا اپنے برابر والے سے کہتا ہے کہ یہ کر لیجئے! تو یہ "التماس" کہلاتا ہے اور اگر بندہ اپنے اللہ تعالیٰ سے یہ کہے کہ یہ میرا کام کر دیجئے! یہ "دعا" کہلاتی ہے، اس میں اور حاکم کے صیغے میں لفظ ایک ہی ہے، لیکن حاکم کے لفظ میں ایک انداز کا تحکم پایا جاتا ہے، اور برابر والے میں یہ ہی لفظ کہنے میں ایک قسم کی چاہت پائی جاتی ہے، اور چھوٹا جب بڑے سے یا بندہ جب اپنے خدا سے یہی لفظ کہتا ہے کہ یہ کر دیجئے تو اس میں عاجزی، انکساری، تواضع، ذلت، مسکنت پائی جاتی ہے، اور یہی دعا کا حاصل ہے۔ ہم اس کو مانگنا کہتے ہیں، دعا کے معنی اللہ سے مانگنا، مانگنا کام ہوتا ہے گداگر کا، فقیر اور محتاج کا، صیغہ ایک ہے لیکن مخاطب کے لحاظ سے اندازِ گفتگو بدل جاتا ہے، عورتوں کی بھی فرمائش ہوتی ہے لیکن ان کا انداز نیازمندانہ بھی نہیں ہوتا کہ: "ہمیں یہ کر لینا چاہئے۔" ملتمسانہ بھی نہیں ہوتا جیسے برابر والا برابر والے سے کہتا ہے، بلکہ ان کا اندازِ گفتگو تحکمانہ ہوتا ہے، اور حاکم کے حکم میں ترمیم کی یا نظرِ ثانی کی گنجائش ہوتی ہے، لیکن ان کے حکم میں نہیں، ان کے ہاں نظرِ ثانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، حاکم سے کہہ دیجئے کہ ذرا دیکھ لیں اس کام کا کرنا ذرا مشکل ہوگا تو وہ کہتا ہے کہ بھائی! اگر نہیں ہو سکتا تو رہنے دو، گویا اس میں ترمیم ہو سکتی ہے، نظرِ ثانی کی گنجائش ہے۔

لیکن گھر کی ملکہ عالیہ کے فرمان میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں اور پھر حاکم کا حکم بھی سیدھے الفاظ میں ہوتا ہے، عورتوں کو سیدھے الفاظ کہنے کی بیماری نہیں ہے، یہ اپنے تحکمانہ انداز میں مزید پیچیدگی پیدا کیا کرتی ہیں، اور اس کے ساتھ طنز، طعن اور تشنیع کا نشتر بھی ساتھ لگاتی ہیں۔ نادار آدمی تو بے چارہ عاجز ہو جائے گا۔

لوگوں کے حالات میرے سامنے آتے رہتے ہیں، لوگ خطوط کے ذریعے اپنے حالات بتاتے رہتے ہیں، میں اپنے حساب سے ان کو مشورہ دیتا رہتا ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے

جتنا فہم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بہت سارے گھر بس گئے، قریب تھا کہ وہ گھر اجڑ جاتے۔

تو فقیر آدمی جو نادار ہے، وہ تو ان سے عاجز آتا ہی ہے، اور غنی بھی عاجز آجاتا ہے۔ یہ ہے وہ عورتوں کی آزمائش جس کے بارے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے سب سے زیادہ اندیشہ اس کا ہے۔

کالا خضاب

بہت سے نوجوان کہتے ہیں اور کل ایک مولوی صاحب بھی تشریف لائے تھے، انہوں نے اپنی ضرورت پیش کی اور ان کی داڑھی پر ''وسمہ'' لگا ہوا تھا، داڑھی کالی کی ہوئی تھی، میں نے کہا کہ تم داڑھی کالی کرتے ہو؟ تمہارے پیچھے تو نماز بھی ہوتی ہے کہ نہیں؟ کہنے لگا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ: میری بیوی کی عمر مجھ سے کافی چھوٹی ہے، میں نے کہا کہ کوئی اور رنگ کرلو، کالا نہ کیا کرو۔ بھلا اوپر کالے رنگ کا خول چڑھا کر آدمی جوان ہو جائے گا؟ کیا اس کی بیوی نہیں جانتی؟ بے وقوف! اندر سے سفید بال تو نظر آرہے ہیں، بہت سارے لوگوں کو میں نے اس بیماری میں مبتلا دیکھا، بیوی کی وجہ سے بہت سارے لوگ داڑھی منڈوانے کی حماقت میں مبتلا ہیں، اور یہ ٹی وی اور یہ ساری چیزیں کس لئے چل رہی ہیں؟ یہ سب عورتوں کا کیا دھرا ہے۔

اگر خواتین نیک ہوں تو...

اگر گھر کی خواتین نیک ہوں، اور یہ کہیں کہ: ہم بھوکی تو مرسکتی ہیں، مگر ہمیں غیر شرعی چیزوں کی ضرورت نہیں، اور ناپاک آمدنی گھر میں نہیں آنے دیں گی، تو تمہارے گھروں کا نقشہ کچھ اور ہو، یہ جتنی نمائشیں ہو رہی ہیں، یہ جتنے ہال سج رہے ہیں، یہ جتنے بھڑ کیلے کپڑے پہنائے جارہے ہیں، اور جس طرح عورتیں آزادانہ باہر پھر رہی ہیں، یہ ساری کی ساری عورتوں کی بدعقلی اور بے عقلی کے کرشمے ہیں۔ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا، لیکن وہ بے چارے عورتوں کے محکوم ہی نہیں، بلکہ ان کے غلام ہیں، غلام کے بجائے قیدی ہیں، کبھی ان کے دام سے چھوٹ ہی نہیں سکتے۔

عورت کے تین ہتھیار

ایک دانا کا قول ہے کہ: عورت یا تو طعنہ دے کر منوالیتی ہے یا مسکرا کر منوالیتی ہے، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو رو کر منوالیتی ہے۔ یہ تین ہتھیار اپنی بات منوانے کے لئے عورت کے پاس ہیں، اور آدمی ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔

سب سے خوفناک فتنہ

یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ: ''سب سے زیادہ خوف ناک فتنہ جس کا مجھے تمہارے حق میں اندیشہ ہے وہ عورتوں کا فتنہ ہے۔'' اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی ترجمانی ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ:

''مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ.'' (مشکوٰۃ، ص: ۲۶۷)

ترجمہ:...... ''میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ نقصان دہ ہو۔''

سب سے زیادہ ضرر رساں، سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا فتنہ، عورتوں کا فتنہ ہے، فتنہ سے مراد عورتوں کی آزمائش ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

''اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ.'' (الطلاق:۱۵)

ترجمہ:...... ''تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے۔''

اولاد کی ماں سب سے پہلا فتنہ ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کا نام ذکر نہیں کیا، گزشتہ آیت میں ذکر کردیا:

''يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ.'' (الطلاق:۱۴)

ترجمہ:...... ''تمہاری بیویوں میں سے اور تمہاری اولاد میں سے بعض ایسے ہیں جو حقیقت میں تمہارے دشمن ہیں، ان سے

بچتے رہا کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے بچنے کا حکم فرمایا تھا، بچ کے رہنے کا حکم فرمایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سب سے زیادہ ضرر رساں، نقصان دینے والا فتنہ فرمایا تھا، اور آج پوری کی پوری امت اس میں مبتلا ہوگئی ہے۔

آج نہیں تو کل سمجھ آجائے گی

اور آج اگر کوئی اس کے خلاف بولے تو بولنے والا دقیانوسی ہے، مُلّا ہے، یہ پرانے زمانے میں رہتا ہے، تاریک زمانے میں رہتا ہے، تاریک ذہن والا ہے، تمہارے دل میں جو کچھ آئے، ہمیں کہہ لو، جو کچھ زبان پر آئے، ہمیں کہہ لو، لغت میں تمہیں جو الفاظ مل سکتے ہیں وہ استعمال کرلو، مولوی کو جتنا برا بھلا کہہ سکتے ہو، جتنی گالیاں دے سکتے ہو، شوق سے دو، لیکن میں آج بھی کہتا ہوں، کل بھی کہوں گا کہ مولوی جو کچھ بھی کہتا ہے، تمہاری خیر خواہی کے لئے کہتا ہے، اپنی ذات کے لئے نہیں کہتا، آج اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو کل مرنے کے بعد تمہیں یقین آجائے گا کہ مولوی اگر ہم پر کوئی تنقید کرتا تھا یا ہمارے عیوب کی نشاندہی کرتا تھا تو ہمارے ہی فائدہ کے لئے اور ہماری ہی خیر خواہی کے لئے کرتا تھا، اس کی اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں تھی، تم بتاؤناں! اس میں میری کیا ذاتی غرض ہے؟

پھر بھی گھروں میں خوشگواری نہیں

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم تمام فرمائشیں اپنی بیویوں کی پوری کرتے ہو، لیکن تمہارے گھر میں خوشگواری نہیں ہے، میاں بیوی کے تعلقات پھر بھی خوشگوار نہیں ہیں، میں جانتا ہوں، میں ناواقف نہیں ہوں، واقف ہوں، سو گھروں میں سے ایک گھر ایسا ہوگا جہاں میاں بیوی کے درمیان میں کامل و مکمل یکجہتی پائی جاتی ہوگی، بیوی صاحبہ کو ذرا چھیڑ کر دیکھ لیجئے کیسے قصیدے سناتی ہیں اپنے میاں کے، اور میاں صاحب سے پوچھ کر دیکھ لیجئے وہ بھی ایک دفتر کھول کے بیٹھ جائیں گے، تو مقصد یہ ہے کہ خوشگواری یہ نہیں، خوشگواری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی دولت عطا فرمادی، دین کی دولت عطا فرمادی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق

پیدا فرمادیا، حضور کی امت میں داخل کردیا، اب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر عمل کر چلو۔

رشتہ ازدواج کا مقصد

''رشتہ ازدواج'' میاں بیوی کا رشتہ اس واسطے ہے تاکہ وہ دین پر چلنے کے لئے ایک دوسرے کے مددگار بنیں، نہ اس لئے کہ ایک دوسرے کو پکڑ کر جہنم میں لے جائیں، نکاح اس لئے نہیں کیا جاتا کہ اگر ایک نہیں جانا چاہتا تو دوسرا اس کو پکڑ کر، گھسیٹ کر جہنم میں لے جائے، نہیں بھائی! اگر ایک نہ چل سکتا ہو تو دوسرا اس کو گھسیٹ کر، اٹھا کر جنت میں لے جائے، جنت والے اعمال میں، اللہ تعالیٰ کی رضامندی والے اعمال میں ایک دوسرے کی مدد کرو، تو پھر میرا اللہ تمہارے دلوں میں جوڑ پیدا کر دے گا۔ تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہوگا اس کے باوجود تمہارا گھر جنت کا نمونہ ہوگا، تم دوسروں کو کیوں دیکھتے ہو؟

انعاماتِ الٰہیہ

تمہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں، کتنی بڑی نعمت ہیں، ہاتھ پاؤں دیئے ہیں، زبان دی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اچھی شکل وصورت عطا فرمائی ہے، کتنے انعاماتِ الٰہیہ ہیں اور تمہیں کھانے کے لئے روٹی بھی دے دیتا ہے، بس اتنا ہی ہے ناں! کہ جینا ہے، تم شکایات کے دفتر کھول بیٹھتے ہو، ہمارے پاس یہ نہیں، ہمارے پاس وہ نہیں، کبھی کلمہ شکر بھی تمہاری زبان سے نکلا ہے؟ کچھ تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا بھی ہوگا، کیا بڑے، کیا چھوٹے، کیا مرد، کیا عورتیں، سب کے سب گھر میں شکر کرنے والے ہوں، تو آسمان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں نازل ہوں۔ اور اگر خدانخواستہ کسی چیز کی کمی ہے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ لو، لیکن مانگنا حاکمانہ انداز میں نہیں ہونا چاہئے، پھر اس پر بھی راضی ہو جاؤ کہ دے دیں تو عنایت ہے، نہیں دیں گے تو یہ بھی عنایت ہے۔

سورۃ مرسلات کے آخر میں فرمایا:

''کُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِیْلاً اِنَّکُمْ مُّجْرِمُوْنَ''

''کھالو اور برت لو (مزے اڑالو) تھوڑی سی مدت، بے

شک تم مجرم ہو"

میں جب بھی یہ آیت پڑھتا ہوں بڑا ڈر لگتا ہے فرمایا کہ مجرمو! جرم کرتے ہوئے کھالو پی لو؟ تم سمجھتے ہو کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا' نہیں! یہ بات نہیں" تم اس علام الغیوب کی نظر سے چھپے ہوئے نہیں، تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہارے لیے حاکم نے سزائے موت تجویز کر دی ہے اور اس جیل کے کارندوں کو کہہ دیا ہے کہ پھانسی دینے کی تاریخ تک ان کو خوب کھلاؤ پلاؤ۔ جرائم کرتے چلے جاؤ اور کھاتے پیتے چلے جاؤ، تمہیں اس کے لیے نہیں بھیجا تھا اپنے بھیجنے کا مقصد پہچانو؟

ہم نے اپنی زندگی کا مقصد اس دنیا کو بنالیا ہے اور یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"مَا مِنْكُمْ اِلَّا ضَيْفٌ وَمَالُهُ عَارِيَةٌ وَالضَّيْفُ مُرْتَحِلٌ وَالْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ اِلٰى اَهْلِهَا." (حلیۃ الاولیا، ج:۱،ص:۱۳۴)

ترجمہ:... "تم میں سے ہر شخص مہمان ہے اور اس کا مال عاریت کا ہے، مہمان کوچ کرنے والا ہے اور عاریت یعنی مانگے کی چیز اس کے مالکوں کو واپس کر دی جائے گی۔"

تم میں سے ہر آدمی یہاں دنیا میں مہمان ہے ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا، خواہ کسی کو عمر نوح عطا کر دی جائے، اس کو بھی بہر حال یہاں سے رخصت ہونا ہے اور اس کے پاس جتنا مال ہے وہ اس کا اپنا نہیں ہے، ذاتی نہیں ہے، بلکہ مانگ کر لیا ہوا ہے، مہمان کو رخصت ہو جانا ہے اور یہ مانگے کی چیز اس کے مالکوں کو واپس کر دی جائے گی۔

سامان سو برس کا

یہی دنیا کی حقیقت ہے، یہاں آنے کے بعد آدمی ایسا تصور بٹھالیتا ہے جیسا کہ مجھے یہاں ہمیشہ ہی رہنا ہے، "سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں۔" اور اپنے مال کو اپنا ذاتی مال سمجھتا ہے، یہ دونوں غلط فہمیاں یہاں پیدا ہو جاتی ہیں، اور ہم میں سے اکثر لوگوں کو ہوتی ہیں،

اللہ تعالیٰ نے یہاں کی چیزوں میں رغبت رکھی ہے، آدمی یوں سمجھتا ہے کہ میں ہمیشہ رہوں گا۔

سب کچھ یہاں رہ جائے گا

جیسے جوانی ہمیشہ نہیں رہتی، اسی طرح آدمی کی عمر بھی ہمیشہ نہیں رہتی، جوانی کے زمانے میں آدمی کو یہ خیال ہی نہیں آتا کہ مجھے بوڑھا بھی ہونا ہے اور یہ قویٰ مجھ سے سلب کر لئے جائیں گے، صحت اور عمر کے زمانے میں آدمی کو خیال ہی نہیں رہتا کہ مجھے مرنا بھی ہے، حق تعالیٰ شانہ نے یہاں کی چیزوں کو ہماری مِلک بنادیا ہے، فلاں آدمی مالک ہے، فلاں آدمی مالک ہے لیکن ساتھ ہی قرآن کریم نے فرمادیا: "متاع الحیوۃ الدنیا." یہ دنیا کی زندگی میں نفع اٹھانے کا سامان ہے، حقیقتاً تم اس کے مالک نہیں ہو، نفع اٹھالو، جتنا اٹھانا ہے، اس کی تمہیں اجازت دی گئی ہے۔

اور یہ بہت واضح بات ہے کہ جس کے پاس اپنا ذاتی مال ہو وہ اس کو جہاں چاہے لے جاسکتا ہے، لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ جب ہم مرجاتے ہیں تو کچھ بھی ساتھ نہیں لے جاتے، نہ مکان ساتھ لے جاتے ہیں، نہ اور چیزوں کو ساتھ لے جاتے ہیں، ہاں اپنی زندگی میں یہ اموال صدقات وخیرات کی صورت میں پہلے آگے بھیج دیں تو دوسری بات ہے۔

ہمارا تصورِ آخرت

جب بھی دنیا اور آخرت کا مقابلہ ہوتا ہے تو ہماری ترجیح دنیا ہوتی ہے آخرت نہیں، ہمارا تصور یہ ہے کہ اگر آخرت ہماری دنیا میں کوئی نقصان نہ کرے تو بجا ہے، درست ہے، کوئی حرج نہیں، آخرت بھی چلے اور دنیا بھی چلے، لیکن جہاں کہیں آخرت ہماری دنیا پر ضرب لگاتی ہو وہاں آخرت کی خاطر دنیا کے نقصان کو ہم برداشت نہیں کرتے، الاّ ماشاءاللہ!

آخرت کے یقین کی کمزوری

جنت وجہنم اور جزا وسزا اخروی پر ہمارا یقین کمزور ہو گیا ہے، اور یہ اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ بے چارہ حس وحرکت ہی نہیں کرتا، اتنا بیمار ہے جیسے تپ دق کا مریض جو آخری درجہ میں ہو، وہ بے چارہ اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بھی حرکت نہیں کرتے، زندہ

ہے، روح اس میں بھی موجود ہے، لیکن وہ اتنی کمزور اور مضمحل ہوگئی ہے کہ اس کے لئے کوئی حس وحرکت نہیں، ایسے ہی ہمارے یقین بھی کمزور اور بیمار ہو گئے ہیں۔

دنیاوی نفع ونقصان پر یقین

اگر یقین قوی ہوتو آدمی آخرت کی ہلاکت سے بھی ایسے ہی بچتا، جیسے دنیا کی ہلاکت سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، مثلاً ایک آدمی کے سامنے آگ جل رہی ہو اور اس شخص کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوں، تو وہ کبھی بھی اس آگ میں چھلانگ نہیں لگائے گا، اگر کوئی اسے کہے کہ ایک ہزار روپے دیں گے، اس آگ میں چھلانگ لگا دو، تو وہ کہتا ہے: نہ بھائی! اگر اس سے کہیں کہ اچھا تمہیں امریکہ کا صدر بنا دیں گے، چھلانگ لگا دو، تو وہ کہے گا کہ جب میں چھلانگ لگا دوں گا تو سلطنت کس کو دو گے؟ تم بھی میرے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ اسی طرح اسے کہیں کہ تمہیں گورنر بنا دیں گے، وزیراعظم بنا دیں گے، صدر بنا دیں گے یا اتنے پیسے دیں گے وغیرہ، لیکن کبھی کوئی عقلمند آدمی آگ میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوگا، کیونکہ اسے یقین ہے کہ جل جاؤں گا، مگر جن اعمال پر اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کی وعیدیں سنائی ہیں، ان اعمال کو ہم کرتے رہتے ہیں، آخر کیا بات ہے؟ لگتا ہے کہ ہمیں ان ارشادات پر کامل یقین نہیں۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا ہے: "اَلْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّهٗ." (بخاری ج:۱ ص:۶) ایمان تو نرا یقین کا نام ہے۔

گناہوں کا اثر

جہاں تک گناہوں کی ہلاکت خیزی کا تعلق ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ جب آدمی زنا کرتا ہے، چوری کرتا ہے یا اور کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو ایمان دل سے نکل کر سائبان کی طرح ہو جاتا ہے، اس وقت دل میں ایمان نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے:

"لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا

يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ.'' (صحیح مسلم، ج:۱، ص:۵۶)

ترجمہ:......''زانی جب زنا کرتا ہے، مؤمن نہیں ہوتا،

چور جب چوری کرتا ہے، مؤمن نہیں ہوتا۔''

دوسرے علماء تو اس کی تاویل کرتے ہیں، لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس وقت ایمان دل سے نکل کر سایہ فگن ہو جاتا ہے، عین اس حالت میں مر جائے تو بے ایمان مرے گا، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے!

یقین بڑی دولت ہے

اگر یہ یقین دل میں پیدا ہو جائے تو سب سے بڑی دولت یہی ہے اور یہی حقیقت میں ایمان ہے، اور جہاں غفلت پائی جاتی ہے، وہاں ایمان کے اوپر گردوغبار آجاتا ہے، پردہ آجاتا ہے، بادل آجاتے ہیں، تم دیکھتے نہیں ہو کہ جب دوپہر کا وقت ہو اور بادل سورج کے سامنے آجائے تو سورج بھی چھپ جاتا ہے، اس کی روشنی اور اس کی تپش ختم ہو جاتی ہے، اسی سے سوچ لو کہ جب گناہوں کا پردہ، معاصی کا پردہ، غفلت کا پردہ، ایمان پر آئے گا تو ایمان کی نورانیت کیسے باقی رہے گی؟ اور یقین کو وہ کیفیت کیسے حاصل رہے گی؟ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح یقین نصیب فرمائے۔

بھوک سے مر جانا بہتر ہے حرام کھانے سے

غرضیکہ عورت کا بھی یہ فرض ہے کہ اگر گھر میں حرام کا پیسہ آتا ہے تو شوہر سے کہہ دے کہ مجھے نہیں چاہیے۔ کیونکہ میاں بھوک سے مر جانا بہتر ہے کہ زہر کھا کر مرنا؟ عقل سے پوچھ لو، حرام مال جس کے ساتھ تم اپنا پیٹ بھرتے ہو .....رشوت کا پیسہ.....سود کا پیسہ.....غصب کا پیسہ......ڈاکے کا پیسہ.....عوام پر لگائے گئے ٹیکسوں کا پیسہ، یہ بہتر ہے؟ یا حلال مال جس میں دنیا آخرت کی بھلائی ہے وہ بہتر ہے۔

بڑی بڑی تنخواہوں والے افسران

ماہرین اقتصادیات و مالیات کہتے ہیں کہ آبیانے کی شرح کم ہے لوگوں پر آبیانہ اور بڑھاؤ۔ کیا خیال ہے وہ زمین داروں پر لگایا ہے آبیانہ؟ جب زمین کے واجبات بڑھیں

گے تو غلے پر تقسیم ہوں گے، پیداوار پر تقسیم ہوں گے کھانے والوں کو صارفین کو ادا کرنے پڑیں گے۔ یہ ماہرین اقتصادیات و مالیات کہتے ہیں کہ ہم نے کپڑے کی مل پر ٹیکس لگایا ہے۔ وہ کپڑے والا اپنے پاس سے ادا کرے گا؟ یا تم سے وصول کرے گا؟ نہیں عوام سے وصول کرے گا۔ یہ بات موجودہ زمانے کے ماہرین اقتصادیات کی عقل میں نہیں آتی، یا عقل میں تو آتی ہے مگر ہمیں جان بوجھ کر دھوکہ دیتے ہیں۔

یہ ماہرین اقتصادیات و معاشیات میری عقل میں نہیں آتے کہ یہ کیا چیز ہیں، موٹی موٹی تنخواہیں لیتے ہیں اقتصادی منصوبہ بنانے کے لیے اور ان کی بڑی بڑی تنخواہیں عوام کی بڑی بڑی پریشانیوں میں اضافہ کرنے کے سوا کچھ نہیں کرتی، ''ان کی نیتیں خراب ہیں۔''

میرے والد ماجد! اللہ کریم ان پر رحمت فرمائے، ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ بادشاہ سلامت جا رہے تھے دو پہر کا وقت تھا، راستے میں ایک باغ آیا، باغ کے مالی سے کہا کہ میاں! کچھ پلاؤ تمہارے مہمان آئے ہیں، وہ جانتا تھا کہ یہ بادشاہ ہے اس نے درخت سے ایک انار توڑا اور اس کو گلاس میں نچوڑا، ایک انار سے پورا گلاس بھر گیا، بادشاہ کو پیش کیا اتنا میٹھا اور اتنا بہترین کہ سبحان اللہ! بادشاہ نے پیا تو خیال ہوا کہ اس باغ پر قبضہ کرنا چاہئے اور مالی سے کہا کہ بھائی تم نے شربت تو بہت عمدہ پلایا ہے لیکن پیاس زیادہ لگی ہے ایک اور پلاؤ۔ وہ پھر گیا اور ایک انار توڑ کر گلاس میں نچوڑا تو گلاس آدھا ہوا مالی نے پیش کیا تو نہایت بدمزہ اور کھٹا۔ بادشاہ نے کہا کہ پہلا تو بہت میٹھا تھا اور یہ بہت کھٹا ہے اور اس میں پانی بھی اتنا نہیں نکلا۔ مالی کہنے لگا: جی! آپ کے سامنے ہی ہے، میں تو ایک ہی درخت سے توڑ کر لایا ہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ وقت کی نیت خراب ہوگئی ہے اور جب بادشاہ کی نیت خراب ہو جائے تو اس کا اثر پیداوار پر بھی پڑتا ہے۔

بادشاہ کو اچھی نصیحت ہوئی، اس نے توبہ کی کہ مجھے اللہ نے بادشاہت دے رکھی ہے، یہ کسی غریب کا باغ ہوگا میں اس پر بدنیت ہو گیا ہوں، اس نے اس سے توبہ کی اور اس سے کہا کہ اور لاؤ! گلاس تو پورا ہونا چاہیے۔ وہ تیسرا انار توڑ کر لایا تو گلاس بھر گیا اور منہ سے لگایا تو بہت میٹھا۔ بادشاہ کہنے لگا: یہ تو میٹھا ہے مالی کہنے لگا؟ شاید بادشاہ کی نیت بدل گئی ہو۔

اللہ کی مخلوق کے لیے تمہارا وجود عذاب ہے

ہماری عوام پر جو مہنگائی آرہی ہے جس سے عوام پس رہے ہیں، چیخ رہے ہیں، یہ اصل میں بادشاہوں کی، وزیروں کی (اور افسروں کی) خراب نیت کے سبب ہے۔ مجھے تمھارے ماہرین اقتصادیات ہونے کا انکار نہیں ہے لیکن تمہاری بدنیتی کی وجہ سے تمہاری مہارت بھی منحوس ہوگئی ہے۔ اے کاش! کہ میرے جیسے اناڑی کے سپرد کردیتے جو اس شعبے کو جانتے ہی نہیں تو بفضل خدا نیک نیتی کی بنیاد پر ایسی برکت ہوتی کہ تم دیکھتے رہتے۔

تم نے امریکہ سے اور فلاں فلاں جگہ سے ڈگریاں حاصل کر کے اپنی نیت خراب کرلی ہے۔ تمہاری ڈگریاں برحق، تمہاری اقتصادی مہارت بھی برحق، لیکن میں اس کا کیا علاج کروں کہ تمہارا دل بگڑا ہوا ہے۔ تمہاری نیت بگڑی ہوئی ہے اور جب تک یہ نیت اور دل درست نہ ہوں تم اس وقت تک اللہ کی مخلوق کے لیے رحمت نہیں بن سکتے بلکہ موجب عذاب ہو، تمہارا وجود اللہ کی مخلوق کے لیے عذاب ہے۔ اے کاش! کہ تمہارا دل سنور گیا ہوتا تمہاری نیتیں درست ہوگئی ہوتیں۔ تم اتنی موٹی موٹی تنخواہوں کے بجائے چھوٹی تنخواہیں لے لیتے اور اتنے ٹھاٹھ باٹھ دکھانے کے بجائے ایک غریب ملک کے افسران شمار کیے جاتے۔ اللہ کی مخلوق تمہارے سائے میں بیٹھتی اور تمہیں دعائیں دیتی۔ تمہاری بدنیتی نے ہر شخص کو تمہارے خلاف بددعا کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ ہر آدمی تمہارے لیے بددعا کرتا ہے۔ بددعا کرنا تو دل کی بات ہے، کوئی تمہارے سامنے نہ بھی کریں اور زبان سے تمہاری تعریف بھی کریں لیکن دل سے بددعا کرتے ہیں کہ خدا ایسے لوگوں کو غارت کرے۔

صاحب بہادر کا نفیس ترین دفتر اور فرعون بیچارا

سرکاری افسران کے دفاتر کو دیکھیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون بیچارے نے کیا بنایا ہوگا؟ اتنے نفیس نفیس دفتر بناتے ہیں کہ صاحب بہادر اس میں بیٹھیں گے۔

قادیانی مسئلہ کے لیے ۱۹۸۲ میں جب ہم افریقہ گئے تو واپس آتے ہوئے ہم نے عمرہ کیا اور رابطۃ العالم الاسلامی کے جنرل سیکرٹری شیخ عمر نیب سے ملاقات بھی کرنی تھی

کیونکہ رابطہ والے اس کے مصارف برداشت کر رہے تھے، ان کو رپورٹ دینے کے لیے ان کے دفتر گئے تو ہمارے مولانا عبدالرحیم صاحب جو ذرا کمزور تھے، کہنے لگے: مجھے پیشاب کی حاجت ہے؟ ان سے کہا گیا کہ آپ تشریف لے جائیں۔ انہوں نے وہیں پر اسی دفتر کے بیت الخلاء کو استعمال کر لیا۔ ہمارے وفد کے چیئرمین اور جو رئیس تھے وہ اسی طبقہ کے آدمی تھے، افسر شاہی کے آدمی تھے، ہمیں کئی دن تک عار دلاتے رہے کہ مولانا نے صاحب بہادر کے بیت الخلاء کو استعمال کر لیا۔ کئی دن تک ہمیں عار دلاتے رہے۔

میں کہتا ہوں کہ کیا صاحب بہادر کے پیٹ سے کستوری نکلتی ہے؟ اگر ایک مہمان نے اور وہ بھی صاحب بہادر کے مہمان نے صاحب بہادر کا بیت الخلاء استعمال کر لیا تو کیا حرج ہے؟ ان کی عقل میں یہ بات نہیں آتی، یہ ان کی ذہنیت ہے جب ذہنیتیں ایسی ہیں تو ان کی نیتیں بھی ایسی ہوں گی، دل بھی ایسے ہی ہوں گے۔

بہر حال میں کہہ رہا تھا کہ خاتون خانہ اپنے شوہر کے مقابلے میں زمانے کی مدد نہ کرے بلکہ زمانے کے حوادث کے مقابلے میں اپنے شوہر کی مدد کرے۔ امیری غریبی آنی جانی چیزیں ہیں، پیسے بھی آنے جانے والی چیز ہے، آدمی کے حالات بدلتے رہتے ہیں، کل کے فقیر آج کے رئیس ہیں اور آج کے رئیس کل کے فقیر ہیں۔

قرآن کریم کہتا ہے:۔

”تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ“

”یہ وہ زمانہ ہے کہ ہم اس کو گردش دیتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان۔“

خاتون خانہ کی شان کیا ہے

خاتون خانہ جو صحیح ہو اس کی شان یہ ہے کہ جیسی حالت ہو اس پر شکر گزار رہے ...حلال کھائے حرام نہ کھائے.....تھوڑا مل جائے حلال ہو اسی پر صبر وقناعت کرے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى"

ترجمہ:.... "جو کم ہو اور کفایت کر جائے بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہو اور غفلت میں ڈال دے۔"

کفایت کہتے ہیں کہ اتنا مل گیا کہ پیٹ بھر گیا الحمدللہ اور ستر پوشی کے لیے کپڑا اتنا مل گیا کہ ستر پوشی ہوگئی تو الحمدللہ بس اور کیا چاہیے۔

مذکورہ چھ صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ایسی عورت جس میں مذکورہ تمام صفات پائی جائیں "قَلَّ مَا تَجِدُهَا" بہت کم پاؤ گے۔

دوسری قسم کی عورت کا بیان

"اِمْرَاَةٌ دعا لَا تَزِيْدُ عَلٰى اَنْ تَلِدَ الْاَوْلَادَ"

"دوسری عورت وہ ہے جس کے دعوے اور مطالبے بہت ہوں، ایسی عورت سوائے بچے جننے کے مرد کے لیے کچھ کام نہیں آتی۔"

ایسی عورت کے مطالبے بہت زیادہ ہوتے ہیں ہر وقت گھر میں کسی نہ کسی چیز کی مانگ اور کسی نہ کسی چیز کا مطالبہ ہوتا رہتا ہے اور نہ ملنے پر طعنہ ملتا ہے۔ ایسی عورت بچے جننے کے سوا کچھ کام نہیں آتی۔

عورتوں میں صبر وقناعت کی کمی ہے

آج کل عورتوں میں صبر وقناعت کی عادت بہت کم ہوگئی ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس پر الحمدللہ کہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں یہ تو رہا ہی نہیں۔

حضرت مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے واعظ تھے اور دہلی کی زبان بولتے تھے، ان کا بیان عجیب ہوتا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ تم کتنا ہی گھر بھر دو، یہ کہیں گی تمہارے گھر میں دیکھا ہی کیا ہے، چند چیتھڑے، چند ٹکڑے؟

وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ذہن میں ایک معیار بنا لیا ہوتا ہے اور یہ

معیار اپنے حالات اور اپنی ہستی دیکھ کر نہیں بناتیں بلکہ گردو پیش دیکھ کر بناتی ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو پڑوسیوں کے گھروں میں مت جانے دیا کرو، یہ وہاں جا کر پورے گھر کا جائزہ لیں گی اور پھر اپنے گھر کے ساتھ اس کا موازنہ کریں گی کہ ان کے گھر میں یہ چیز ہے ہمارے گھر میں نہیں ہے یا یہ کہ ہمسائی کے کپڑوں کا معیار ذرا اونچا ہے یا اس نے زیورات اچھے پہنے ہوئے ہیں یا کوئی اور نیا ڈیزائن پسند آ جاتا ہے تو گھر میں مطالبہ شروع ہو جائے گا۔ ان کو یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ میرے شوہر کی آمدنی اس کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ انہیں اس چیز کی خریداری کی اجازت دے گی یا نہیں؟ بس مطالبہ شروع ہے۔ آج اس چیز کا مطالبہ ہے تو دوسرے دن کسی پڑوسن کے ہاں چلی گئیں وہاں کوئی نہ کوئی اور چیز دیکھ لی اب اس کا مطالبہ ہوگا۔

نہ خیر لے جاتی ہیں نہ خیر لے کر آتی ہیں

یہ اللہ کی بندیاں ایسی ہیں کہ نہ تو خیر لے کر جاتی ہیں اور نہ خیر لے کر آتی ہیں، خیر لے کر جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جائیں تو اپنے خیر کے اثرات اس ماحول میں چھوڑ کر آئیں وہ کہیں کہ فلاں خاتون آئی تھی، ماشاء اللہ سبحان اللہ کیسی اچھی خاتون ہے۔ ان دیکھنے والی عورتوں کو بھی اس کی اقتداء کا شوق ہو اور اس کی حالت سے اپنی حالت کا موازنہ کر کے کچھ اپنے حال سے شرمندگی ہو، اصلاح کا جذبہ پیدا ہو۔

خیر لے کر آنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمسائی کے گھر گئیں اس کے اندر سو عیب ہوں گے تو کوئی نہ کوئی خیر کی بات بھی ہوگی لیکن یہ خیر کبھی نہیں لے کر آئیں گی، صفائی انسپکٹر کی طرح ان کی نظر ہمیشہ گندے مقامات پر پہنچتی ہے یا تو اس خاتون کے جس کے ہاں گئی تھیں، عیوب لے کر آئیں گی اور یا اس کی دنیا لے کر آئیں گی اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں اس لیے عورتوں کا آنا جانا بس شر سے خالی نہیں، خیر کا باعث نہیں۔

بعض اوقات دوسروں کے ہاں جانے کی ضرورت بھی پیش آتی ہے جس کے لیے منع کرنا بھی مشکل ہے۔ منع کریں تو ہمارے چوہدری صاحب والا قصہ ہوگا، ان کے

یہاں ہمیشہ لڑائی رہتی ہے کہ فلاں گھر نہ جاؤ، یہ کام نہ کرو، یہ کام نہ کرو، وہ کام نہ کرو، ہر وقت لڑائی رہتی ہے اور آدمی ہر وقت لڑتا رہے تو اپنے گھر کو جہنم بنا لے گا یہ عقل کے خلاف ہے کہ گزارہ کرنا ہے نا!

عورت سے فرمانبرداری کروانے کا بہترین نسخہ

حضور اکرم ﷺ کا مشہور ارشاد ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے:

"وَاَنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاہُ"

''اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر کا حصہ ہوتا ہے
جہاں جوڑ لگتا ہے عورت یہیں سے پیدا ہوئی ہے۔''

"فَاِنِ اسْتَمْتَعَ بِهَا اِسْتَمْتَعَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ"

''اگر تم اس سے نفع اٹھانا چاہتے ہو تو اس حالت میں اٹھاؤ
کہ اس میں ٹیڑھا پن ہے''

اس کے ٹیڑھے پن کو برداشت کرو اور باوجود ٹیڑھے پن ہونے کے اس سے نفع اٹھاؤ۔

"وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا"

''اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو سیدھی نہیں ہوگی
ٹوٹ جائے گی''

"قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا" كَسْرُتَهَا" قَالَ الطَّلَاقُ"

''عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ٹوٹ جانے کے کیا معنی ہیں
فرمایا طلاق''

اس لیے عورت کی کجی پر مرد کو متحمل مزاج ہونا چاہیے جتنی اصلاح ہو سکتی ہے کرے، نہیں ہو سکتی تو بحوالہ خدا۔

بزرگوں کے بعض مفید واقعات ونصائح

مجھے ایک بزرگ کی بات بہت پسند آتی ہے کہ ایک بزرگ نے اپنے شیخ کو اپنی بیوی کی شکایتیں لکھ کر بھیجیں کہ میری بیوی یہ کرتی ہے وہ کرتی ہے کیا کروں؟ شیخ نے جواب میں لکھا کہ جو شخص اپنی بیوی کی ایذاؤں پر صبر نہیں کر سکتا وہ اس سے افضل ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟

ہمارے یہاں ایک بزرگ آیا کرتے تھے، کافی دن ہو گئے نہیں آئے وہ اپنے گھر کا لطیفہ مجھے سنایا کرتے تھے کہ نوجوانی میں اماں کہا کرتی تھی کہ میرے ہاتھ سے کھالو جو کھانا ہے، تمہاری بیویاں تمہیں پکا کے نہیں کھلائیں گی۔ چنانچہ شادی کے بعد یہی ہوا، ہم بھی بابو تھے، پڑھے لکھے ہوئے تھے ہمارا مزاج چوتھے آسمان سے نیچے اترتا ہی نہیں تھا اور ادھر بیگم صاحبہ ہم سے بھی زیادہ تیز مزاج تھیں ہمہ وقت گھر میں چخ چخ بک بک رہتی، آخر میں تنگ آ گیا اور ایک دن حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت میں تنگ آ گیا ہوں ''مابدولت بھی نازک مزاج ہیں اور بیگم صاحبہ ہم سے زیادہ نازک مزاج ہیں'' اللہ تعالیٰ نے تحمل نام کی کوئی چیز نہ اس میں رکھی ہے اور نہ مجھ میں رکھی ہے کیا کیا جائے؟

حضرت ڈاکٹر صاحب بہت مختصر بات فرمایا کرتے تھے، لمبی بات نہ فرماتے تھے، میری بات پوری سنی اور سن کے فرمایا کہ ٹریفک یک طرفہ کر دو۔ بس.........یعنی وہ بکتی رہے تم مت بولو، ٹریفک یک طرفہ کر دو! کہتے ہیں کہ میں نے اس پر عمل کیا تو معاملہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ایک خاتون ایک بزرگ کے پاس گئی کہ حضرت شوہر بہت لڑتا رہتا ہے کوئی تعویذ دیجیے یا پانی دم کر کے دے دیجیے۔ بزرگ نے پانی پڑھ کر بوتل میں دے دیا کہ جب تمہارا شوہر گھر میں آئے تو منہ میں پڑھے ہوئے پانی کی کلی لے کر بیٹھ جایا کرو اور جتنی دیر وہ رہیں پانی منہ میں رکھو اور سوا

مہینہ اس پر عمل کرو چنانچہ ٹھیک ہو گیا کیونکہ ٹریفک یک طرفہ تھی۔ حضرت تھانویؒ وعظ میں ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ دم وم تو مجھے بھی نہیں کرنا آتا لیکن ایسا دم تو میں بھی کر کے دے دوں گا۔

اسی طرح ایک اور بزرگ کے پاس ایک خاتون آئی کہ حضرت! شوہر بہت لڑتا رہتا ہے، بزرگ نے تعویذ لکھ کر دے دیا اور کہا کہ اس کو چمڑے میں سلوا لو جب تمہارا شوہر گھر آئے تو اس کو دانتوں میں دبا لو، جتنا زیادہ تمہارا شوہر بولے اتنا زیادہ دانتوں کو دباؤ۔

میں عرض کر رہا تھا کہ بھائی اس طرح تو گھر کا کام نہیں چلتا۔ چکی کا ایک پاٹ چلتا ہے اور ایک پاٹ ساکن (ٹھہرا) ہوتا ہے تب آٹا پیستی ہے اگر دونوں پاٹ چلنے لگیں تو چکی نے آٹا پیس لیا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سنگ آسیائے زیریں غیر متحرک است

ناچار بار گراں میکشد

"چکی کا نچلا پاٹ غیر متحرک ہوتا ہے (حرکت نہیں کرتا)

اس کی سزا میں اس کو اوپر والے پتھر کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔"

تو دونوں میں سے ایک ایسا ہو جائے، بوجھ اٹھائے، متحرک نہ ہو گھر میں عافیت ہو جائے گی، امن اور سکون ہو جائے گا، پڑوسیوں کو روز روز صبح شام کا تماشا دکھانے سے نجات مل جائے گی۔ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ عورت ایک فقرہ کہتی ہے جس سے آدمی سر سے لے کر پاؤں تک جل جاتا ہے، آگ لگ جاتی ہے اور عورت کے نزدیک کوئی بات ہی نہیں ہوتی کہتی ہے: "میں نے کیا کہا ہے کچھ بھی نہیں کہا۔" اب اگر مرد اس معمولی سے اشتعال پر گندھک کی طرح جلنے لگے تو پھر تو جل جائے گا جبکہ سب سے زیادہ حق مرد کا ہے کہ وہ تحمل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو تحمل مزاج بنایا ہے اور تحمل کے معنی بوجھ اٹھانے کے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"لَا یَفْرَکْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ کَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ" (رواہ مسلم)

''ایک مؤمن ایک مؤمنہ سے (یعنی شوہر اپنی بیوی) سے
بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک ادا نا پسند ہوگی تو دوسری پسند بھی ہوگی۔''

مطلب یہ ہے کہ کوئی مومن کسی مومنہ سے بغض اور کینہ نہ رکھے، مراد ہیں میاں بیوی، مسلمان شوہر مسلمان بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اس کا ایک اخلاق پسند نہیں آتا تو دوسرا پسند آئے گا، مقصد یہ ہے کہ شوہر کو کبھی کبھی بیوی کی بد خلقی سے نفرت ہو جاتی ہے، اور انسانی ذہن کچھ ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک طرف آدمی دیکھتا ہے تو دوسری طرف سب غائب ہو جاتی ہیں، دوسری طرفیں نظر نہیں آتیں، اب دنیا میں جنت کی حور تو نازل ہونے سے رہی کہ جس کی کسی چیز میں کجی نہ ہو، عورتیں کمزور طبیعت ہوتی ہیں پھر ان کی اصلاح بھی بڑی مشکل سے ہوتی ہے، اگر ہر چیز پر آدمی نکتہ چینی کرے اور یوں سمجھے کہ جب تک تکلے کی طرح سیدھی نہیں ہوگی اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا، تو پھر ختم ہو گیا مسئلہ، پھر یہ گھر نہیں چلے گا، جیسا کہ پہلے حدیث بیان کر چکا ہوں کہ: یہ عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ ٹیڑھی اُوپر کی پسلی ہوتی ہے، اگر پسلی کو سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائے گی، عرض کیا گیا: اس کا ٹوٹ جانا کیا ہے؟ فرمایا: طلاق ہونا! اگر نفع اُٹھانا چاہتے ہو تو ان کجی کے ساتھ ہی نفع اُٹھاؤ ان کو سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرو، (مشکوٰۃ) اسے ٹیڑھی ہی رہنے دو، تم اپنا کام چلاؤ اور اگر تم سیدھا کرنا چاہتے ہو تو پھر چھوڑنا ہی پڑے گا۔

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت فرما رہے ہیں کہ ہر آدمی کے اندر برائیاں ہی برائیاں بھی نہیں ہوتیں اور ہر آدمی کے اندر خوبیاں ہی خوبیاں بھی نہیں ہوتیں، ایک خوبی ہے تو ایک کمزوری بھی ساتھ لگی ہوئی ہے، مردوں کا بھی قریب قریب یہی حال ہے اور عورتوں کا بھی یہی حال ہے، تو کسی مومن آدمی کو اپنی مومن بیوی سے نفرت نہیں کرنی چاہئے، بغض نہیں کرنا چاہئے اس لئے اس کی ایک خصلت پسند نہیں آئے گی تو دوسری خصلت پسند آجائے گی، مثال کے طور پر منہ ماری بہت کرتی ہے، اچھی بات نہیں، تمہیں یہ بات پسند نہیں لیکن یہ بھی تو سوچ لو کہ تمہاری خدمت بھی تو کرتی ہے، تمہارے بچوں کو جنتی بھی ہے، پالتی بھی ہے، پھر گھر کا کام کاج بھی کرتی ہے، چلو اور خدمات کے ساتھ ساتھ ایک منہ

ماری بھی سہی، جو چیزیں لائق قدر ہیں ان کی وجہ سے اس کی قدر بھی تو کرو۔

ہمارے حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے تھے کہ: اگر عورت گھر کا کوئی کام بھی نہ کرے وہ تم اپنے ملازموں سے کراؤ، تب بھی گھر کی نگرانی کے لئے ایک ملازم تو چاہئے، دو ہزار روپے کا ایک ملازم گھر کی نگرانی کے لئے تو رکھو گے نا! اور کچھ نہیں تو چلو نگران ہی سہی گھر کی نگرانی تو کرتی ہے، یہ تو آخری درجے کی بات ہے، ورنہ ان میں خوبیاں بھی بہت ہوتی ہیں اور ایک آدھ کمزوری بھی ہوتی ہے، لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ان کی ایک کمزوری ان کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''الدنیا کلھا متاع'' دنیا سب برتنے کی چیز (سامان) ہے،

''وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ''

(صحیح مسلم، کنز العمال)

اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے کہ جب شوہر اس کو دیکھے تو دیکھ کر خوش ہو جائے اور جب شوہر غائب ہو تو اپنی عزت و آبرو، شوہر کے مال اور گھر بار اور اس کے بچوں کے بارے میں خیانت نہ کرے، بس جس عورت میں خیانت نہیں ہے وہ قابل برداشت ہے، اگر تھوڑی زبان کی سخت ہے تو چلو یہ بھی سہی، یہ ہدایت مردوں کو فرمائی۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی خود تو چاہے جیسا ہی ہو لیکن بیوی کے بارے میں یہ تصور کرتا ہے کہ اس کے اندر کسی قسم کا عیب نہیں ہونا چاہئے، یہ تو پاک معصوم فرشتہ ہونا چاہئے، نہیں بھائی! یہ نہیں ہوسکتا ہے، تمہیں اپنی کمزوریاں بھی معلوم ہوں گی، کچھ ان کے اندر بھی ہوتی ہیں، اپنی کمزوریوں کا ان کی کمزوریوں کے ساتھ موازنہ کرلو، اس لئے اگر اس کی ایک خوبی تمہیں پسند آجائے تو دوسری ایک کمزوری کی وجہ سے اس سے نفرت نہ کرو۔

غرضیکہ بے صبری اور قناعت نہ کرنا عورت کا مزاج ہے اور یہ کسی قدر اس میں معذور بھی ہے بہت کم عورتیں ایسی ہوں گی جن کو اللہ تعالیٰ نے صبر و استقلال نصیب فرمایا ہو، ہاں پاک دامن تو ہیں الحمد للہ، مگر صبر و قناعت نہیں۔

ایسی عورتیں جن کو غیر مرد کا وسوسہ بھی نہیں آتا

مذکورہ بات سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ عورتیں پاک دامن نہیں ہوتیں، نہیں پاک دامن عورتیں تو بہت ہیں الحمدللہ....... یہ بے چارے مرد لوگ ادھر ادھر گندگی کھاتے رہتے ہیں لیکن واللہ العظیم ان بے چاریوں کے دل میں کبھی غیر مرد کا وسوسہ بھی نہیں آتا ہے۔

یہ بے چاری پاک دامن ہے، کبھی کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتی، تمہارے سوا اس نے کبھی کسی کو اپنے دل میں نہیں بٹھایا..... تمہارے گھر کی محافظہ ہے...... باورچی کا کام یہ کرتی ہے...... صفائی والی کا کام یہ کرتی ہے...... دھوبی کا کام یہ کرتی ہے، تمہارے بچوں کی غور و پرداخت و پرورش یہ کرتی ہے..... اب اگر اس کی قیمت ہی تم سے وصول کرتی ہے تو تم پریشان کیوں ہوتے ہو؟

یہ بے چاری تمہارے بچے بھی پالتی ہے، تمہارے گھر کی نگرانی بھی کرتی ہے ...... الٹی سیدھی بری بھلی تمہاری خدمت بھی کرتی ہے..... اور اس کے بدلے میں تم سے صرف ایک ہی قیمت وصول کرتی ہے ''خوش اخلاقی'' اور کوئی قیمت تو وصول نہیں کرتی؟ اگر اس کی تمام خدمات کے معاوضے میں تم اس کے ساتھ خوش اخلاقی کا معاملہ نہیں کر سکتے تو تم بتاؤ تم سے زیادہ بڑا بے انصاف کون ہے؟

طیش تو نوکروں اور ملازموں کو بھی آجاتا ہے..... زر خرید غلام بھی کبھی کبھی آقا سے نالاں ہو جاتا ہے اور مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ ہم بندے ہیں اور بندہ حالات سے تنگ آ کر کبھی کبھی خدا سے شکایت کرنے لگتا ہے۔ اگر بیوی شکایت کرتی ہے تو وہ تو بے صبری ہے بے چاری...... کمزور ہے

عورت کو اللہ تعالیٰ اگر یہ دو صفتیں، صبر وقناعت والی عطا فرمادیں تو ایک عورت دس مردوں کے برابر ہے۔ خلاصہ میری گفتگو کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بیبیوں کو، عورتوں کو صبر کی قناعت کی توفیق عطا فرمائے اگر ان میں کمی ہے اور یہ فطری کمی ہے یا بے پروائی ہے تو مرد کو چاہیے کہ اس کی ایذاؤں پر صبر کرے، اپنے گھر کو برباد نہ ہونے دے۔ اگر فہمائش بھی کرنی

ہے تو نرم لہجے سے کرے، حسن اخلاق سے کرے۔

شیخ عطاء رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

با بز بے وفائی مرد سرشت زناں

میا موز کردار زشت زناں

''بے وفائی کرنا تو عورتوں کا کام ہے مرد کو تو بے وفا نہیں ہونا چاہیے۔''

تمہیں تو وفادار ہونا چاہیے اور وفادار کا معنی ہیں نباہ کرنے والا۔ عورت تو دس بچوں کی ماں ہوتی ہے اور تیس سال اس نے اپنے شوہر کے ساتھ گزارے ہوتے ہیں لیکن جب اس کو طیش آتا ہے، غصہ آتا ہے تو کہتی ہے کہ مجھے طلاق دے دو اور یہ بھی کہہ دیتی ہے کہ میں نے اس گھر میں کبھی سکھ نہیں پایا، تیس سال کی زندگی گزر گئی ہے ان مصیبتوں کو جھیلتے ہوئے۔

دوزخ میں عورتوں کی کثرت

عید کے موقع پر آنحضرت ﷺ عورتوں کے مجمع میں تشریف لے گئے، ان سے فرمایا:

''یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ! تَصَدَّقْنَ، فَاِنِّیْ اُرِیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ.'' (مشکوٰۃ، ص:۱۳)

ترجمہ:...''اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو، اس لئے کہ مجھے دِکھایا گیا ہے کہ جہنم میں اکثریت تمہاری ہوگی۔''

دُوسری حدیث میں فرمایا کہ:

''اِطَّلَعْتُ فِی الْجَنَّةِ فَرَأَیْتُ أَکْثَرَ أَھْلِھَا الْفُقَرَآءَ، وَاطَّلَعْتُ فِی النَّارِ فَرَأَیْتُ أَکْثَرَ أَھْلِھَا النِّسَآءَ.''

(متفق علیہ، مشکوٰۃ، ص:۴۴۶)

یعنی میں نے جنت کی سیر کی تھی، میں نے دیکھا کہ وہاں اکثریت کمزوروں کی تھی، جن بے چاروں کو یہاں کوئی پوچھتا نہیں، ٹوٹے پھوٹے لوگ، گرے پڑے لوگ، اور میں نے دوزخ کو دیکھا تو وہاں اکثریت عورتوں کی تھی، اس لئے فرمایا کہ: تم دوزخ سے

بچنے کے لئے صدقہ زیادہ کیا کرو۔ عورتوں نے پوچھا کہ: یارسول اللہ! ہماری اکثریت وہاں کیوں ہوگی؟ اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ: ایک عورت جو بڑی دانا تھی، اس نے کہا کہ: اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ: "تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ." (مشکوٰۃ ص:۱۳) "تم بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو"، کبھی خوش نہیں ہوتیں۔

عورتوں کی ناشکری

یہ بے چاری عورتوں کی کمزوری ہے، گھر میں اللہ تعالیٰ نے کتنا ہی راحت کا سامان عطا کر رکھا ہو، کھانے کو موجود ہے، پہننے کو موجود ہے، ہر قسم کی راحت ہے، اللہ نے عزّت بھی دے رکھی ہے، رزق بھی دے رکھا ہے، لیکن خاتونِ خانہ کو ذرا چھیڑ کر دیکھئے، ایسا لگے گا کہ دُنیا میں اس سے زیادہ دُکھوں کی ماری کوئی نہیں ہے، "الحمدللہ! حق تعالیٰ شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ہے"........ یہ کلمہ ان کی زبان سے کبھی نہیں نکلتا، اِلَّا ماشاءاللہ!

حضرت مولانا عزیر گلؒ کا واقعہ

"الحمدللہ" پر مجھے قصہ یاد آیا، میں اور مفتی احمدالرحمٰن مرحوم، حضرت مولانا عزیر گلؒ جو کہ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور خادم تھے، ان کی زیارت کو گئے تھے، حضرتؒ ان دنوں صاحبِ فراش تھے، چند دنوں بعد اِنتقال ہوگیا تھا، پیشاب پاخانہ بھی دُوسرے لوگ کرواتے تھے، اور ایک عرصے سے آنکھیں بھی ضائع ہوگئی تھیں، کھا نہیں سکتے تھے، پی نہیں سکتے تھے، نظر کچھ نہیں آتا، پیشاب پاخانے کے لئے دُوسروں کے محتاج تھے، ہم دونوں گئے تو ان کو اِطلاع کی گئی کہ فلاں فلاں آئے ہیں، فرمایا: بلالو! بلالیا، سلام کیا، جواب دیا، مفتی احمدالرحمٰن رحمہ اللہ نے پوچھا کہ: کیا حال ہے؟ اتنے مزے سے "الحمدللہ" کہا کہ آج تک اس کی مٹھاس کانوں میں ہے، "الحمدللہ" ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ رُواں رُواں ان کا "الحمدللہ" کہہ رہا ہے۔

نعمتوں پر شکر کرو

الغرض! ہم لوگوں کو جو نعمتیں، اور جو چیزیں حاصل ہیں، ان پر کبھی "الحمدللہ" نہیں

کہتے، اور جو چیزیں حاصل نہیں، ہمیشہ ان پر کڑھتے رہتے ہیں، حالانکہ دُنیا کی ساری چیزیں ایک آدمی کو تو حاصل نہیں ہو سکتیں، یہ تو حکمت کے خلاف ہے، آپ یہ چاہیں کہ دُنیا میں آپ کو کوئی رنج و پریشانی نہ ہو، کوئی مراد ایسی نہ رہے جو پوری نہ ہو، کسی قسم کی کوئی اُلجھن نہ ہو، یہ تو اس دُنیا میں ناممکن ہے، پھر یہ دُنیا دُنیا کیوں ہوگی، جنت ہوگی!

دریں دُنیا کسے بے غم نہ باشد
اگر باشد بنی آدم نہ باشد

دُنیا میں ایسا کون ہے جس کا کوئی پہلو کمزور نہ ہو؟ میرے مولا کی حکمت کارفرما ہے کہ کسی کو کچھ دے رکھا ہے، کسی کو کچھ دے رکھا ہے، ہمیں تو حکم ہے کہ ہر حال میں مالک کا شکر بجالاؤ، لیکن عورتیں بے چاری بہت کمزور ہوتی ہیں اس معاملے میں، ان کے منہ سے کلمۂ شکر بہت کم نکلتا ہے۔

ایک شکر گزار عورت کا واقعہ

میرے ایک عزیز کرنل صاحب ہیں، ایک دفعہ باتوں باتوں میں انہوں نے بتایا کہ ہم دونوں میاں بیوی چار بجے اُٹھتے ہیں، گرمیوں کے موسم میں چار بجے تہجد پڑھی، اس کے بعد فجر کی نماز پڑھ کر میں تو لیٹ جاتا ہوں، اور کوئی آٹھ بجے اُٹھتا ہوں، تو میں دیکھتا ہوں کہ گھر والی مصلے پر بیٹھی ہے، چار بجے سے دُعائیں مانگ رہی ہے، یہ ہمیشہ کا معمول ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اس سے کہا کہ: تو کیا مانگتی رہتی ہے، چار گھنٹے ہو گئے؟ کہتی ہے: کچھ بھی نہیں مانگتی رہتی، بس اللہ کا شکر اَدا کرتی رہتی ہوں، یا اللہ! آپ نے ہم پر کتنے اِنعامات فرمائے ہیں، بس یہی شکر کرتی رہتی ہوں۔ سبحان اللہ! کیسی شکر گزار بی بی ہیں۔

اکثر لوگ ناشکرے ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ" (سبا:۱۳) (اور بہت کم ہیں میرے بندوں میں شکر اَدا کرنے والے)۔ اکثر ناشکرے ہیں کہ کھا پی کر بھی کفرانِ

نعمت کرتے ہیں، مالک نے سب کچھ دے بھی رکھا ہے، پھر بھی ان کے منہ سے کلمۂ شکر نہیں نکلتا، اگر منہ سے نکل جائے تو دِل سے نہیں نکلتا، اور اگر رسمی طور پر الحمدللہ کہہ بھی دیں تو ایسا نہیں کہ دِل کی گہرائیوں سے شکر نکلے۔

تو مومن کی شان یہ ہے اس کو شکر گزار ہونا چاہئے، یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ:
شکر تین قسم کا ہوتا ہے زبان کا شکر، دل کا شکر، اور اعضاءٔ وجوارح کا شکر۔

زبان کا شکر

زبان کا شکر یہ ہے کہ تم اس نعمت پر زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ، اور اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرو، اور اس بات کا اقرار کرو کہ یہ نعمت حق تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے، محض اس کا فضل وانعام ہے، اس کو اپنی ذات کی طرف، اپنی قوت کی طرف، اپنے فہم وبصیرت کی طرف، اپنے ہنر اور کسب کی طرف، یا کسی اور مخلوق کی طرف منسوب نہ کرو، اس لئے کہ جن جن واسطوں سے اور جن جن ذریعوں سے ہوتی ہوئی نعمت تم کو پہنچی ہے، وہ صرف واسطوں کی حیثیت رکھتے ہیں، نعمت کے عطا کرنے والے کی حیثیت نہیں رکھتے، یہ چیزیں نعمت دینے والی نہیں ہیں، نعمت کے دیئے جانے کا واسطہ اور ذریعہ ضرور ہیں، ان ذرائع کو ذریعہ بنانا بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، ان کی ایجاد بھی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے، اور ان اسباب کو تمہارے لئے مہیا فرمادینا بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، یہ تمام نعمتیں حق تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں، اس بات کا زبان سے اقرار کرو اور مخلوق کی طرف اس کو منسوب نہ کرو، مخلوق کی طرف منسوب کرو گے تو ناقص العقل ٹھہرو گے، تمہاری عقل صحیح نہیں۔

شیخ پیران پیر عبدالقادر جیلانیؒ کہتے ہیں عاقل کو عاقل اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ انجام اور نتیجے کو دیکھتا ہے، جب تم نے ظاہری سطح کو دیکھ لیا اور اس کی طرف نسبت کرنے لگے تو تم نے نعمت کے اصل منبع کو فراموش کردیا، جس ذات عالی کی طرف سے نعمتوں کا فیضان ہو رہا ہے، وہاں تک تمہاری عقل کی رسائی نہیں ہوتی، اس لئے ناقص العقل ٹھہرے،

ہمارے یہاں اگر کوئی نعمت مل جاتی ہے تو لوگ اس کو اسباب ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں، اللہ کی طرف کم ہی منسوب کرتے ہیں، کوئی کسی کی صلاحیتوں کی طرف منسوب کرتا ہے، کوئی اپنے عقل وفہم کی طرف منسوب کرتا ہے اور کوئی کسی طرف کرتا ہے، یہ نظر کی کوتاہی ہے قرآن کریم میں ہے:

"مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ." (النسآء:۷۹)

ترجمہ:...... "تجھ کو کوئی بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو پہنچے تجھ کو کوئی برائی، وہ تیرے نفس کی جانب سے ہے"

اگرچہ انسان کو برائی بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے پہنچتی ہے، لیکن اس میں ہماری نحوست کا دخل ہے، ہماری بداعمالیوں کی نحوست ہے، بخلاف بھلائی کے، راحت کے، اور مصلحت کے، کہ اس میں ہمارا ذرا سا بھی کوئی دخل نہیں، وہ محض عطیہ الٰہی ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

مانبودیم و تقاضا مانبود
رحمت تو ناگفتہ مامی شنید

ترجمہ:...... "ہم نہیں تھے ہماری طرف سے تقاضا نہیں تھا۔ اے اللہ آپ کی رحمت نے ہماری نہ کہی ہوئی باتوں کو سنا۔"

ہم ماں کے پیٹ میں تھے تو کون سا تقاضا کر رہے تھے؟ ہم تو شروع ہی سے اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مورد چلے آتے ہیں، جب سے عدم پر وجود کا فیض چکا ہے، اس وقت سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مورد چلے آتے ہیں، ہمارے پاس جتنی چیزیں ہیں، یہ سب ہم نے مانگی بھی تو نہیں ہیں، یہ بھی تو نہیں کہ یہ ہمیں مانگنے پر ملی ہوں۔

اگرچہ ہمیں حکم تو ہے کہ مانگو، تاکہ تمہارا فقر ظاہر ہو، تمہاری عبدیت کا یہی تقاضا ہے کہ تم مانگو، لیکن یہ نعمتیں ہمارے مانگنے پر تو نہیں ملیں، بغیر مانگے کے ملی ہیں۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعلیٰ دماغ دیا ہے، آپ بہت اونچی سوچ رکھتے ہیں،

آپ کی عقل بہت صحیح ہے، بندہ پرور! یہ عقل وفہم کس نے دی تھی؟ کس کے پاس سے لائے تھے؟ آپ کی عقل کام کرتی ہے، مگر عقل کس نے دی ہے؟ آپ کی استعداد بہت اونچی ہے، آپ کی ہمت بہت بلند ہے، قوت بہت زیادہ ہے، آپ بڑے ہنر مند ہیں، آپ بڑے صحت مند ہیں، آپ کے پاس فلاں چیز ہے، فلاں چیز ہے، جس کی وجہ سے آپ یہ کام کرلیتے ہیں، ٹھیک ہے، مسلّم ہے، مگران ساری چیزوں کو وجود کس نے دیا تھا؟ آپ نے؟

ایک دہریہ کا واقعہ

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک شخص کمیونسٹ دہریہ تھا، خدا کونہیں مانتا تھا، اور اسکولوں کا انسپکٹر تھا، امتحانات لینے کے لئے جاتا تھا، تو بچوں کو چھیڑا کرتا تھا، ان سے اللہ کے بارے میں سوالات کرتا، ایک اسکول کے استاد نے کہا: جناب یہ چھوٹے بچے ہیں، یہ اس قسم کے سوالوں کو کیا جانتے ہیں؟ آپ ان کو کیوں پریشان کرتے ہیں؟ آپ ان بچوں کے بجائے مجھ سے گفتگو کیجئے، اس نے کہا: اچھا تم بتاؤ کہ اللہ کون ہوتا ہے؟ کہنے لگے: اللہ وہ ہوتا ہے جس نے آپ کو وجود بخشا ہے، کہنے لگا وہ تو میرے ماں باپ نے بخشا ہے، اس پر گفتگو ہوتی رہی، اتفاق سے یہ شخص ایک آنکھ سے کانا تھا، اس نے اسکول کے استاد سے کہا کہ اگر اللہ کا وجود ہے تو اس سے کہو کہ میری ایک آنکھ ٹھیک کردے، استاد نے اوپر دیکھ کر ویسے ہی کچھ منہ ہلایا، جیسے کسی سے باتیں کرتا ہو، بعد میں کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو اس کو دونوں آنکھیں دی تھیں، مگر یہ ایسا نالائق نکلا کہ اس نے ہمارے وجود کا انکار کردیا، اس لئے ہم نے اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی، اور اگر یہ ایسا ہی چلتا رہا تو ہم اس کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ دیں گے، تو بھائی آنکھیں بھی اللہ نے دی ہیں۔

اسباب کے بجائے مسبب کی طرف نظر ہو

اللہ تعالیٰ نے زبان کی نعمت بولنے کے لئے دی ہے، آپ بہت اچھی تقریر کرتے ہیں، بہت عمدہ بیان کرتے ہیں، یہ زبان کس نے دی تھی؟ کیا یہ سب اپنے گھر سے لے کر آئے تھے؟ کیا یہ آئی جی نے دی تھی؟ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اللہ کی عطا ہے،

ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، پورا وجود ہے، سب اللہ کی عطا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ. ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ." (النحل:۵۳)

ترجمہ:...... "تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں، وہ اللہ کی جانب سے ہیں، اور جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔"

غرضیکہ جتنے اسباب و وسائل ہیں، خواہ انسان کے اپنے وجود کے اندر ہوں، یا اس کے وجود سے باہر پھیلے ہوئے ہوں، جن واسطوں اور ذریعوں سے ہوتی ہوئی یہ نعمت ہم تک پہنچی ہے، سب کا موجد ایک اللہ ہے، وجود میں لانے والا اللہ ہے، اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والا اللہ ہے، مثلاً ایک شخص کی آنکھیں ہیں، مگر ان میں روشنی نہیں، نور اور بینائی پیدا کرنے والا بھی اللہ ہے، آنکھیں عطا کرنے والا بھی اللہ ہے، آج آپ کی سائنس بہت ترقی کر چکی ہے لیکن آنکھ نہیں بنا سکی، نہ آنکھ کی بینائی پیدا کر سکی، آج سائنسی ترقی کا غلغلہ ہے، سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے مگر اس کی ترقی کی انتہا یہ ہے کہ ایک آدمی کی آنکھ نکال کر دوسرے میں لگا دیتے ہیں، لیکن سائنس آنکھ کو وجود میں ابھی تک نہیں لا سکی، اور پھر آنکھ کو جو کنکشن دیا جاتا ہے، آدمی کے دماغ میں نور کا مرکز رکھا گیا ہے، اور آنکھوں کو اس مرکز سے روشنی کا کنکشن دیا جاتا ہے، یہ عطا کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں، وجود میں لانے والے اللہ تعالیٰ ہیں "لَا مُوْجِدَ إِلَّا اللّٰهُ." (اللہ کے سوا وجود میں لانے والا کوئی نہیں ہے۔) "وَلَا مُسَبِّبَ إِلَّا اللّٰهُ." ان اسباب کو اسباب بنانے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ اسباب کو اسباب نہ بنائیں تو یہ اسباب سب بے کار ہیں، دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں، الغرض ان اسباب کو مہیا کرنے والا اللہ ہے، اسباب میں تاثیر بھی اللہ کی ڈالی ہوئی ہے، پھر ان اسباب کے استعمال کی قدرت دینے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں، اسباب مہیا ہیں لیکن جب تک حکم الٰہی نہ ہو ہم ان کو استعمال نہیں کر سکتے، تو یہ تمام کے تمام اسباب جن سے تمہیں یہ نعمت ملتی ہوئی نظر آتی ہے۔

شیخؒ فرماتے ہیں یہ سب اللہ کی جانب سے ہیں، کسی مخلوق کا ان میں دخل نہیں، اس لئے نعمت کو بھی اللہ کی جانب منسوب کرو، واسطوں اور ذریعوں کی طرف منسوب نہ کرو، تم کہتے ہو، قلم لکھ رہا ہے، قلم کہاں لکھ رہا ہے؟ یہ تو بے چارا بے جان ہے، یہ رکھا ہوا ہو تو ذرا لکھ کے دکھادے، قلم کو کوئی ہاتھ پکڑے گا تو لکھے گا، آپ کہتے ہیں اچھا ہاتھ لکھتا ہے، ہاتھ کاٹ کر رکھ دو، کیا لکھ دے گا؟ آپ کہتے ہیں اچھا انسان لکھتا ہے، یہ ہاتھ والا آدمی لکھتا ہے، بھلا اگر اس میں روح نہ ہو تو لکھے گا؟ اچھا آپ کہتے ہیں روح لکھتی ہے، ہم نے کہا اب بھی نظر صحیح نہیں ہوئی، روح کے اندر اللہ کی مشیت کارفرما ہے، وہ لکھتی ہے، لکھتا ہوا قلم سے نظر آرہا ہے، ہاتھ سے نظر نہیں آتا، ہاتھ والے کو انسان نظر نہیں آتا، انسان کو روح نظر نہیں آتی، اور جن کی نظر روح پر جاتی ہے، ان کی نظر مشیت الٰہی پر نہیں ہوتی، اصل میں جو محرک ہے لکھنے کا، وہ تو اللہ کی قدرت اور اللہ کی مشیت ہے، یہ ایک مثال ہے، باقی تمام مثالوں کو اسی طرح سمجھ لو۔

واسطۂ نعمت لائق قدر ہے

ہاں یہ ضرور ہے جن واسطوں سے ہمیں نعمت ملی ہو، ہمیں حکم ہے کہ ان واسطوں کو بھی ہم قدر کی نگاہ سے دیکھیں، ان واسطوں کی تذلیل نہ کریں، اگر واسطوں کی تذلیل کریں گے، تو نعمت مکدر ہو جائے گی، بلکہ نعمت چھن جائے گی، یہ بھی سنت اللہ ہے، والدین آدمی کے وجود کا واسطہ بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ حق والدین کا رکھا ہے، ایسے ہی استاد علم کے لئے واسطہ بنتا ہے، اللہ تعالیٰ نے استاد کا احترام رکھا ہے، غرض جتنے بھی لوگ تمہارے لئے واسطہ نعمت بنے، ان سب کی قدردانی ہم پر واجب کی گئی ہے، ان کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو واسطہ بنایا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی واسطے کے بھی نعمت عطا کرنے کی قدرت تھی، لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں کہ واسطوں کے ذریعہ نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

میرے حج کا قصہ

اس پر میں اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں، میرے والد مرحوم کئی سال سے حج کی درخواستیں دے رہے تھے، منظور نہیں ہو رہی تھیں، میں یہاں کراچی آ گیا، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا، حضرتؒ نے فرمایا درخواست دے دو، اپنی بھی ساتھ دے دو، اگر نکل آئی ٹھیک ہے، ورنہ پھر اور کوشش کریں گے، چنانچہ ہم دونوں نے درخواستیں دے دیں، اب درخواست جمع کرانے کے بعد، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! کسی اور کو واسطہ نہ بنایئے یا اللہ! درخواست کو نکال دیجئے۔

لیکن میری یہ دعا میری سادگی تھی، چنانچہ درخواست نہیں نکلی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے ایک دوست سے کہا، وہ حج افسر کے پاس مجھے لے گئے، اور مجھ سے راستے میں کہنے لگے کہ تم افسر سے یہ کہنا کہ والد صاحب کی درخواست کئی سال سے نہیں نکل رہی، اور مجھے والد صاحب کے ساتھ خادم کی حیثیت میں جانا ہے، کیونکہ وہ کمزور ہیں، بات صحیح تھی، غلط نہیں تھی، الغرض حج افسر سے یہ سارا قصہ بیان کیا، حج افسر نے کہا کہ درخواست کا فارم لے لو، اور اس کو پر کر کے مجھے دے دو، میں منظوری دے دوں گا، چنانچہ فارم پر کر کے دے دیئے گئے، اور اس دوست نے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں، باقی تمام کاروائی مکمل کرائی۔

جن لوگوں کی درخواستیں نکل آئی تھیں، ان کو ایک مہینے کے بعد اطلاع دی گئی کہ تمہاری سیٹیں فلاں جہاز میں ہیں، اور فلاں تاریخ کو تمہیں جانا ہوگا، اور ہمیں موصوف نے آٹھویں دن وہ ساری چیزیں لا کر دے دیں، ٹکٹ بھی دے دیا اور تاریخ کا تعین بھی ہو گیا، میں نے کہا اتنے لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے واسطہ اور ذریعہ بنانا تھا، جن کو ہمارے ثواب میں شامل کرنا تھا اور جن کی قدردانی ہم پر واجب کرنا تھی، ہم ان کو کیسے محروم کر سکتے تھے؟ اس لئے میں نے کہا وہ دعا احمقانہ تھی، عبدیت کے خلاف تھی، بندے کا کام مانگنا ہے، تجویزیں پیش کرنا نہیں، اگر وہ کوئی نعمت کسی واسطہ کے ذریعے دینا چاہتے ہیں، تو ہمیں اس واسطہ کی بھی قدر کرنی چاہئے، الغرض جو لوگ بھی کسی نعمت کا واسطہ اور ذریعہ بنیں، وہ بھی لائق قدر ہیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ.“

(ترمذی، ج:۲،ص:۱۷)

ترجمہ:......”جو شخص انسانوں کا شکر نہ کرے، اس نے اللہ تعالیٰ کا بھی شکر نہیں کیا۔“

مطلب یہ کہ منعم حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں، لیکن جن لوگوں کو حق تعالیٰ شانہ نے نعمت کا واسطہ اور ذریعہ بنانا ہے، اگر یہ شخص ان کا شکر نہیں کرتا تو یہ شخص منعم حقیقی کا کیا شکر کرے گا؟ اسباب اور ذرائع کو اللہ تعالیٰ نے جو واسطہ اور ذریعہ بنایا، اس میں بھی بے شمار حکمتیں ہیں، اس کی قدرتیں، اس کی حکمت کے راز ہیں، لیکن ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم ان پردوں میں الجھ کر نہ رہ جانا، بلکہ پردے کے پیچھے سے ہمیں دیکھنا، نعمتیں ہم دینے والے ہیں، منعم حقیقی ہم ہیں، اور جس شخص کی بصیرت کی نگاہ صحیح ہو اور یہ پردہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا ہو، اس کو اس تصور سے کہ جتنی نعمتیں مل رہی ہیں وہ مالک کی طرف سے مل رہی ہیں، ایک خاص قسم کی لذت نصیب ہوتی ہے، وہ ان نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرے گا۔

کھانا کھانے کے آداب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے تھے، دستر خوان پر بیٹھ کر تو اس طرح تواضع کے ساتھ، عاجزانہ انداز میں بیٹھتے تھے جیسے غلام اپنے آقا کے سامنے کھانا کھاتا ہے، اور فرماتے تھے: ”اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ آکُلُ کَمَا یَأْکُلُ الْعَبْدُ.“ (کنز العمال ۱۵:۲۲۳)

ترجمہ:......”میں تو بندہ ہوں اس طرح کھاؤں گا جیسے غلام کھاتا ہے۔“

کیوں کہ نظر اس طرف تھی کہ حق تعالیٰ شانہ، سامنے بٹھا کر کھلا رہے ہیں، ہماری نظر اس طرف نہیں جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کھانا کھاتے ہیں مگر شروع میں ”بسم اللہ“ نہیں پڑھتے، حالانکہ بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: ”اِنَّ الشَّیْطَانَ یَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَّایُذْکَرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ.“ (مشکوٰۃ ص:۳۶۳ بروایت مسلم) جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے شیطان اس میں شرکت

کر لیتا ہے۔''

بسم اللہ کے فوائد

کھانے پر بسم اللہ شریف نہ پڑھنے سے دو نقصان ہوں گے، ایک یہ کہ شیطان اس کھانے میں اپنا حصہ لگا لے گا، جس کی وجہ سے کھانے میں برکت نہیں رہے گی، کھانے کی برکت اٹھ جائے گی۔ دوسرا نقصان یہ کہ اس نے نعمت کو استعمال کرتے وقت منعم کا خیال نہیں رکھا، منعم پر اس کی نظر نہیں گئی، نعمت عطا کرنے والے، اور ولی نعمت کو بھلا دیا، اور یہ اس مالک کی ناشکری ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمت کو کھاتے وقت اس کی ذات کو سامنے نہیں رکھا، اور جب ''بسم اللہ'' کہو گے تو ایک تو شیطان کی شرکت سے بچو گے، دوسرے اس بات کا اقرار ہو گیا کہ یہ نعمت ولی نعمت کی طرف سے ہے، یہ شکر نعمت ہے، پھر جب کھانا کھالیا تو حکم ہے کہ کھانے کے بعد شکر الٰہی بجالاؤ اور یہ دعا پڑھو:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۱۸۴)

ترجمہ:...... ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔''

اللہ تعالیٰ کا شکر اس لئے کیا کہ یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی نے عطا کی ہیں، ایک لقمہ ہی پر غور کرلو یہ کہاں کہاں سے چلتا ہے، تمہارے تک پہنچا ہے، اور پھر تمہارے معدے تک پہنچنے میں اس نے کتنے مراحل طے کئے ہیں، ذرا سی دانت میں تکلیف ہوتی ہے تو کھانا نہیں چبایا جاتا، اس وقت پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی ایک نعمت ہے، حلق میں تکلیف ہوتی ہے نگلا نہیں جاتا، ہاتھ میں تکلیف ہوتی ہے، کھانا اٹھایا نہیں جاتا۔ کتنے انعامات در انعامات ہیں ایک لقمہ کے اندر؟

شکر کا پہلا درجہ

الغرض ہر نعمت میں یہ بات پیش نظر رکھو، اور زبان سے بھی اقرار کرو کہ تمام نعمتیں

اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں، اس کا عطیہ ہیں، کھانا کھاؤ اس کو سامنے رکھو، کپڑا پہنو تو اس کو سامنے رکھو، اور زبان سے ان کا شکر بجالاؤ، اور ان نعمتوں کو مالک کی طرف منسوب کرو، واسطوں میں الجھ کر نہ رہ جاؤ، یہ ہے زبان کا شکر۔

شکر کا دوسرا درجہ

شیخؒ فرماتے ہیں کہ دوسرا درجہ دل کا شکر ہے، یعنی زبان کے ساتھ ہمیشہ دل میں یہ عقیدہ رکھو کہ تمہاری تمام حرکات و سکنات، تمہارا اٹھنا، بیٹھنا، تمہاری قوتیں اور طاقتیں، تمہاری صلاحتیں اور تمہاری تمام چیزیں، اور تمام نعمتیں سب اللہ کی جانب سے ہیں، دل میں بھی یہ مضمون ہمیشہ مستحضر رہے۔

شکر کا تیسرا درجہ

تیسرا درجہ اعضاء و جوارح کا یعنی انسان کے اعضاء کا شکر یہ ہے، کہ تم اپنے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کرو، اللہ تعالیٰ کے سوا اعضاء کو کسی کے لئے حرکت نہ دو، اللہ تعالیٰ کی نعمت کو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کرو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرو، اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں، مثلاً تمہیں کسی نے بہت نفیس چاقو دیا، تم نے لے لیا اور اسی کے پیٹ میں گھونپ دیا، بہت اچھی قدر کی! ماشاء اللہ کیا اچھا صلہ دیا، اس نے محبت میں تمہیں بہت نفیس چاقو دیا اور تم نے کہا کہ دینے والے پر ہی اس کا تجربہ کرنا چاہئے، کیا خوب! اللہ تعالیٰ نے تم کو مال دیا تھا، تم نے کہا اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں خرچ کرنا چاہئے، اللہ نے اولاد دی تھی، تم نے کہا کہ اس اولاد کو اللہ کی نافرمانیوں میں استعمال کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے گھر بار دیا، دوست احباب دیئے اور نعمتیں در نعمتیں عطا فرمائی ہیں، لیکن کہاں استعمال ہو رہی ہیں؟ ان نعمتوں کو کہاں استعمال کیا جا رہا ہے؟ اللہ کی نافرمانیوں میں، یہ ہاتھ استعمال ہو رہا ہے اللہ کی نافرمانی میں، پاؤں استعمال ہو رہے ہیں، اللہ کی نافرمانی میں، زبان، کان، ناک، آنکھ، دل، دماغ تمام وجود کو اللہ کی نافرمانیوں میں استعمال کیا جا رہا ہے، کیا یہی شکر ہے؟ نہیں! بلکہ شکر یہ ہے کہ آدمی اپنے اعضاء کو اللہ تعالیٰ

کی فرمانبرداری میں استعمال کرے، ان کو نافرمانی میں نہ لگائے۔

شیخؒ کے بقول: "لَا تُحَرِّکْهَا وَلَا تَسْتَعْمِلْهَا اِلَّا بِطَاعَةِ اللّٰهِ۔"

کہ تم اللہ کی اجازت کے بغیر اپنے اعضاء کو حرکت نہ دو، اور ان کو اللہ کی اطاعت کے بغیر استعمال نہ کرو، اور اگر کبھی غفلت ہو جاتی ہے، معافی مانگ لو، اپنی غلطی کا اقرار کرلو۔ ہم جتنی اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں اس میں آقا کی نافرمانی ہے، اور غلام کو زیبا نہیں ہے کہ آقا کی نافرمانی کرے، تم چاہتے ہو کہ میری بیوی میری فرماں بردار ہو، بیوی تمہاری مخلوق نہیں ہے، تمہاری مملوک نہیں ہے، تمہاری ملکیت نہیں ہے یا بکاؤ مال نہیں ہے، تمہارے برابر کی ہے، صرف اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے ساتھ تم میں جوڑ پیدا کر دیا، تمہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر فوقیت عطا فرمادی، باقی اس کا اپنا مستقل وجود ہے، تمہارا اپنا مستقل وجود ہے، اس کے باوجود چونکہ تمہیں اک ذرا سی فوقیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی، تم شکایت کرتے ہو کہ میری بیوی نافرمان ہے، میرے سامنے بولتی ہے، کہا نہیں مانتی، بندہ نواز! کیا آپ اللہ تعالیٰ کا کہا اسی طرح مانتے ہیں، جس طرح اپنی بیوی کو منوانا چاہتے ہیں؟ اپنی اور اللہ تعالیٰ کی نسبت کو ذرا دیکھو کہ کیا ہے؟ اور پھر ذرا اپنی اور اپنی بیوی کی نسبت دیکھو، تم سب کچھ اللہ تعالیٰ سے لے کر اللہ کی نافرمانی میں لگاتے ہو، ایک تو وہ آقا اور مالک ہے، اور بندے کو زیبا نہیں کہ اس کی نافرمانی کرے، بندے کا کام بندگی بجالانا ہونا چاہئے، نہ کہ بندگی کے خلاف کرے، بندے کا کام نیازمندی اور جھکنا ہے، نہ کہ اکڑنا اور تکبر کرنا، بندے کا کام اطاعت ہے، نہ کہ معصیت و نافرمانی اور حکم عدولی، چلو اس بات کو بھی جانے دو، ایک منٹ کے لئے فرض کرلو کہ اللہ تعالیٰ کے درمیان اور تمہارے درمیان بندے اور خدا کا تعلق نہیں ہے، تو اتنی بات تو ہے کہ یہ تمام نعمتیں تمہیں اسی کی طرف سے ملی ہیں، اور "اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ" عربی کا مقولہ ہے کہ انسان احسان کا غلام ہوتا ہے، تم پر کوئی احسان کردے تو تم ساری عمر نہیں بھولتے، اور بھولنا بھی نہیں چاہئے، تو حق تعالیٰ کی طرف سے تو تمام کی تمام نعمتیں ملی ہیں، ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی میں استعمال نہ کیا جائے۔

شیخؒ فرماتے ہیں کہ یہ تین قسم کا شکر ہے اگر تمہیں شکر کا مقام حاصل ہو جائے گا، تو

تمہارا نام شاکرین کی فہرست میں لکھ لیا جائے گا، نعمتوں کو اللہ کی طرف منسوب کرو، اور تمہارے دل میں بطور عقیدے کے یہ مضمون مستحضر رہے، کہ یہ سب کچھ مالک نے عطا کیا ہے، میرے پاس میرا اپنا کچھ نہیں ہے، زبان سے تو کبھی کبھی ہم بھی کہہ دیتے ہیں، لیکن محض رسماً کہتے ہیں، دل کی گہرائیوں سے عقیدے کے طور پر نہیں کہتے، اپنی حول وقوت سے، اپنی طاقت سے، اپنے ہنر سے اور اپنے خول سے نکل جاؤ، جو کچھ ہے اس کو مالک کا سمجھو، عقیدے کے طور پر اس کا استحضار رکھو اور پھر جب یہ عقیدہ دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو جائے اور ہر بن مو (بالوں کی تمام جڑوں) میں سرایت کر جائے، تو اب آگے بڑھو، اور اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ شانہ کی اطاعت میں استعمال کرو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرو، جب یہ ہوگا تو تم شاکرین میں لکھ لئے جاؤ گے۔

احسان بالائے احسان

شکر کرنے والوں کا بہت اونچا مقام ہے، اور شکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے درجات عطا کئے جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے، ایک چیز جو ہم پر عقلاً واجب تھی، اس کے بجالانے پر انعام دے رہے ہیں، ایک چیز آپ نے مجھے دے دی، میں نے اس کے جواب میں کہہ دیا شکریہ، آپ سے ایک قیمتی چیز وصول کر کے میں نے چھوٹے منہ سے شکریہ کہہ دیا، تو کیا میں اس پر انعام کا مستحق ہو گیا؟ جب تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ شانہ وجل مجدہ کی ہیں، اگر ہم شکر بجالائیں، تو یہ نعمت کا حق ہے اس کا شکر بجالانے پر مزید انعام کیسا؟ اور اگر ہم کفران نعمت کریں، تو یہ ہماری نالائقی ہے، لیکن مالک کی عجیب شان ہے، عجیب رحمت ہے، عجیب فیاضی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر تم ہماری نعمتوں کا شکر کرو گے تو ہم تمہیں اس شکر پر بھی انعام دیں گے: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ." (سورۃ ابراہیم: ۷) "اگر تم شکر کرو گے تو ہم تمہیں اور نعمتیں عطا فرمائیں گے۔" اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو کس قدر محبوب رکھتے ہیں، اس کا اندازہ اس حدیث شریف سے ہوگا، فرمایا: "اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ." (مشکوٰۃ ص: ۳۶۵، بحوالہ ترمذی)

ترجمہ:...... "یعنی ایک آدمی کھا کر شکر کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسے
ایک آدمی روزہ رکھ کر صبر کرے"

کھا کر شکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ وہ ثواب عطا فرماتے ہیں، جو روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کو عطا فرماتے ہیں، کوئی حد ہے اس انعام واحسان کی؟ اس لطف وکرم کی؟ تو اگر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو گے اور یہ تینوں قسم کے شکر بجالاؤ گے، تو اللہ تعالیٰ کے شاکرین بندوں میں لکھے جاؤ گے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر گزار بندوں کے لئے بہت سے انعامات کا وعدہ فرمایا ہے، ان میں سے ایک انعام جو سب سے بڑا انعام ہے، وہ اپنی رضا کا مرتب کرنا ہے، حق تعالیٰ شانہ شکر کرنے والے بندوں سے راضی ہو جاتے ہیں، مقام رضا اس کو نصیب ہو جاتا ہے۔

ناموافق حالات کی حکمت

یہ تو وہ حالات تھے جو آدمی کی خواہش کے موافق پیش آتے ہیں، ان کو نعمت کہا جاتا ہے، ان پر شکر بجالاؤ، لیکن کبھی کبھی الٹ بھی ہوتا ہے، کوئی تکلیف پہنچی، کوئی مصیبت پہنچی، کوئی آفت پہنچی، کوئی پریشانی ہوئی، جو ہمیں ناگوار ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوتا ہے، کہ میٹھا ہی کھانا چاہتے ہو، یا کبھی مرچیں بھی کھائی ہیں، کبھی منہ کا ذائقہ بھی بدلا ہے؟ یا بچوں کی طرح میٹھا کھانے ہی کے عادی ہو؟ کبھی کبھی ناگوار حالات بھی پیش آتے ہیں، بھائی ان حالات کا پیش آنا بہت ضروری ہے، اس میں بھی حق تعالیٰ شانہ کی حکمت کے بے شمار اسرار ہیں، بلایا وبلیات ہیں، مصائب ہیں، تکالیف ہیں، اور حق تعالیٰ نے پہلے سے اعلان کر دیا ہے، تاکہ جب یہ ناگوار حالات پیش آئیں، تو ان کو سہارنے کی ہمت پیدا ہو جائے، اور ان پر صبر کرنا آسان ہو جائے چنانچہ ارشاد ہے:

"وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ." (البقرہ:۱۵۵)

ترجمہ:...... "ہم تمہاری آزمائش کریں گے، کچھ خوف کے ذریعہ، تھوڑی سی بھوک دے کر، جان میں، مال میں، اولاد میں، کچھ کی

دے کر۔“

یعنی کبھی جان کا نقصان، کبھی مال کا نقصان، کبھی اولاد کا نقصان، کبھی بھوک، کبھی خوف، کبھی فقر، کبھی تکلیف، دکھ، بیماری، پریشانی دے کر ہم تمہیں آزمائیں گے، ہم نے تمہیں پہلے سے بتادیا کہ تمہیں کیا کرنا ہوگا، ان ناگواریوں پر صبر کرنا ہوگا:

”وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُم مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.“ (البقرۃ:۱۵٦)

ترجمہ: ”اور خوش خبری دے دیجئے صبر کرنے والوں کو، صبر کرنے والے لوگ وہ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو کہتے ہیں ہم اللہ کا مال ہیں، اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“

مالک کو مال میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ آپ نے کپڑا پہنا ہوا ہے، آپ اس کے مالک ہیں، اگر آپ اسے کسی کو دے دینا چاہتے ہیں، یا اس کو کسی اور طریقہ سے استعمال کرنا چاہتے ہیں تو اس کپڑے کو کیا شکایت ہوسکتی ہے، بھائی یہ مالک ہے اور مالک اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرے، مالک کو کامل طور پر اپنے مال میں تصرف کا حق حاصل ہے، اور یہ تمام عقلاء کا مسلّمہ اصول ہے، باوجود اس کے کہ ہم مالک حقیقی نہیں، جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ تمام نعمتیں اللہ کی جانب سے ہیں، اللہ کی عطا ہیں، عطا بھی مستعار، امانت کے طور پر دی گئی ہے، جب چاہیں گے واپس لے لیں گے، یہ تمہیں ہمیشہ کے لئے لکھ کر نہیں دے دی، جس مکان میں رہتے ہو، جب چاہیں گے اس کو تم سے چھین کر دوسروں کو دے دیں گے، خود تمہارے وجود کے اندر جو نعمتیں تمہیں دی گئی ہیں، یہ بھی تم سے واپس لے لیں گے، اس لئے کہ وہ مالک ہیں، ہم اول تو مالک نہیں، یعنی جو چیزیں ہماری کہلاتی ہیں، ہم واقعتاً ان کے مالک نہیں، بلکہ یہ مانگے کی چیزیں ہیں، اور پھر یہ ہمیں ہمیشہ کے لئے نہیں دی گئیں، بلکہ مستعار ہیں، اسی لئے تعلیم دی گئی کہ زوال نعمت پر کہو: ”انا للہ....“ بیشک ہم اللہ کے ہیں، اللہ کا مال ہیں۔

حضرت ام سلیمؓ کا عجیب واقعہ

''عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ مَاتَ اِبْنٌ لِأَبِیْ طَلْحَۃَ مِنْ أُمِّ سُلَیْمٍ فَقَالَتْ لِأَھْلِھَا لَاتُحَدِّثُوْا أَبَا طَلْحَۃَ بِابْنِہٖ حَتّٰی أَکُوْنَ أَنَا أُحَدِّثُہٗ قَالَ فَجَاءَ فَقَرَّبَتْ اِلَیْہِ عَشَاءً فَأَکَلَ وَشَرِبَ، فَقَالَ ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَہٗ أَحْسَنَ مَاکَانَ اتَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِکَ فَوَقَعَ بِھَا فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّہٗ قَدْ شَبِعَ وَأَصَابَ مِنْھَا قَالَتْ: یَا أَبَا طَلْحَۃَ أَرَأَیْتَ لَوْ أَنَّ قَوْمًا أَعَارُوْا عَارِیَتَھُمْ أَھْلَ بَیْتٍ فَطَلَبُوْا عَارِیَتَھُمْ أَلَھُمْ أَنْ یَّمْنَعُوْھُمْ؟ قَالَ لَا، قَالَتْ فَاحْتَسِبْ ابْنَکَ. قَالَ فَغَضِبَ فَقَالَ تَرَکْتِنِیْ حَتّٰی تَلَطَّخْتُ ثُمَّ أَخْبَرْتِنِیْ بِابْنِیْ فَانْطَلَقَ حَتّٰی أَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَہٗ بِمَا کَانَ.''

(مسلم، ج:۲،ص:۲۹۲)

ترجمہ:.....''حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بیٹا جو ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھا، فوت ہوگیا، تو ام سلیم نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم نے ابوطلحہ کو اس کے بچے کے بارے میں نہیں بتانا، جب ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر واپس آئے تو اس نے ان کو کھانا وغیرہ کھلایا، پھر ان کے لئے اپنے آپ کو سنوارا، ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اپنی ضرورت پوری کی، ام سلیم نے جب دیکھا کہ وہ مطمئن ہوگئے ہیں، تو (صبح کو) کہا: اے ابا طلحہ! جب کسی سے کوئی چیز عاریتاً لی جائے اور پھر وہ لوگ اپنی چیز کی واپسی کا مطالبہ کریں تو (جنہوں نے عاریتاً چیز لی ہے) ان کو روکنے کا حق ہے؟ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انہیں روکنے کا کوئی حق نہیں۔ام سلیم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ تیرا بیٹا فوت ہو چکا ہے۔ (ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا) تو غصہ ہوئے اور فرمایا کہ تو نے مجھے رات کو نہیں بتایا، اور ابھی بتا رہی ہو، پھر ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور رات کا واقعہ بتایا۔''

یعنی حضرت ابو طلحہؓ حضرت انسؓ بن مالک کے سوتیلے والد ہیں، ان کا ایک بچہ تھا، یہ کام سے گئے ہوئے تھے، پیچھے بچے کا انتقال ہو گیا، شام کو واپس آئے تو گھر والی سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ ان کی اہلیہ حضرت ام سلیمؓ حضرت انسؓ کی والدہ ہیں، وہ کہنے لگیں کہ بچہ ٹھیک ہے، انہوں نے اطمینان سے کھانا کھایا، لیٹ گئے، رات کو میاں بیوی ملے بھی، صبح ہوئی تو ام سلیمؓ نے حضرت ابو طلحہؓ سے کہا کہ ایک مسئلہ پوچھنا تھا، انہوں نے کہا کیا مسئلہ ہے؟ کہنے لگیں یہ جو میرے ساتھ والی پڑوسن ہے، ان سے میں نے کچھ زیور لے لیا تھا، اب وہ واپس مانگ رہی ہیں، مگر میرا جی چاہتا ہے کہ میں اسے واپس نہ کروں، کہنے لگے، واپس کیوں نہ کرو؟ جب یہ زیور ہمسائی کا ہے اور تم نے مانگے کے طور پر ہمسائی سے لے لیا تھا تو واپس کیوں نہ کرو؟ کہنے لگیں کہ مجھے اچھا بہت لگتا ہے، کہنے لگے اللہ کی بندی! جب اس کا ہے اور وہ واپس مانگ رہی ہے تو تمہیں اچھا لگے یا برا لگے اس کو واپس دے دینا چاہئے، ایسے ہی بھولی سی بن کر کہنے لگیں۔

اچھا واقعی واپس کر دینا چاہئے، حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا: کیا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ جب تم نے ایک چیز مستعار لی ہے، اور مالک اس کی واپسی کا مطالبہ کر رہا ہے تو تم اس کو کیسے روک سکتی ہو؟ کہنے لگیں وہ تمہارا بیٹا اللہ کی امانت تھا، وہ فوت ہو چکا ہے، مالک نے اپنی امانت واپس لے لی ہے، اس کو دفن کر دو، یہ سن کر حضرت ابو طلحہؓ بہت برہم ہوئے، کہنے لگے مجھے رات بتا دیتیں، کہنے لگیں: میں نے سوچا تھک کر آئے ہیں، اب دفن کرنے کا وقت تو ہے نہیں، اب بتاؤں گی، تو خواہ مخواہ ساری رات پریشان ہوں گے، کیا فائدہ؟ بتا دوں گی، بچے کو تو جنازہ پڑھنے کے بعد دفن کر دیا، تدفین کے بعد حضرت ابو طلحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا یہ واقعہ ذکر کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت:

بہر حال حضرت ابوطلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ام سلیمؓ کا واقعہ سنایا، واقعہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا فِيْ غَابِرِ لَيْلَتِكُمَا ...... وَسَمَّاهُ عَبْدَاللّٰهِ." اللہ تمہاری اس رات میں برکت عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے اس رات کے نتیجے میں ان کو بیٹا عطا فرمایا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ (مسلم ج:۲ ص:۲۹۲) اور ان کے صاحبزادے کے نو بیٹے قرآن کریم کے حافظ اور عالم ہوئے۔

اس خاندان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت خصوصیت تھی، اور بڑا ہی تعلق تھا، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ، نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا أَبَاطَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ فَقَالَ اِحْلِقْ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَاطَلْحَةَ فَقَالَ: اِقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ." (مسلم، ج:۱، ص:۴۲۱)

یعنی حجۃ الوداع کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کرایا اور سر سے موئے مبارک اتارے، تو دائیں جانب کے آدھے بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوا کر عنایت فرمائے، فرمایا یہ تمہارے ہیں، اور پھر بائیں طرف کے بال اتارے تو ابوطلحہؓ کو دے کر فرمایا: یہ لوگوں میں ایک ایک دے دو، بال سب میں تقسیم کر دو، آدھے سر مبارک کے بال صرف ابوطلحہؓ کے پاس رہے، اور آدھے پورے مجمع میں ایک ایک، دو دو کر کے تقسیم کیے گئے۔

تو صبر کے کیا معنی ہیں؟ صبر کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شکایت نہ کرو، بلکہ یہ مضمون

ذہن میں رکھو: "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ." (یعنی ہم اللہ کا مال ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔

اللہ کا مال ہے، اللہ نے لے لیا، اور ہم بھی اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ہم بھی اسی کے پاس جانے والے ہیں، اس میں دو مضمون ذکر کر دیئے، ایک یہ کہ اگر یہ نعمت چھن گئی، تو ہم خود چھننے والے ہیں، نہ صرف یہ کہ یہ نعمت پائیدار نہیں تھی، خود ہمارا وجود بھی پائیدار نہیں ہے، پھر اس پر اتنا غم کیوں کیا جائے؟ اور دوسرے یہ کہ ہم اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے والے ہیں، تو ہمیں تمام تکالیف، تمام مصائب اور تمام پریشانیوں کا اجر اور بدلہ عطا فرمائیں گے، حدیث شریف میں فرمایا ہے:

"مَا يُصِيْبُ الْمُؤْمِنُ مِنْ وَصَبٍ وَلَا نَصَبٍ وَلَا سَقَمٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًى وَغَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ." (مسلم، ج:۲، ص:۳۱۹)

ترجمہ:...... "مسلمان کو کوئی تکلیف، کوئی بیماری، کوئی پریشانی، کوئی غم، کوئی ایذا یا کوئی صدمہ پہنچے، حتی کہ اگر اس کے کانٹا بھی چبھے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ جھاڑ دیتے ہیں۔"

ایک اور حدیث میں دنیاوی تکالیف پر اجر و ثواب کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:

"يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطَى اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابُ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِى الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ." (ترمذی، ج:۲، ص:۶۶)

ترجمہ:...... "قیامت کے دن جب اہل مصیبت کو ثواب عطا کیا جائے گا تو عافیت والے لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کے چمڑے دنیا میں قینچیوں سے کاٹ دیئے جاتے (اور یہ ثواب ان کو بھی مل جاتا)۔"

تو یہ اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان ہے کہ بندہ مؤمن کو جو تکلیف پہنچتی ہے اور اس پر

وہ صبر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کو برداشت کرتا ہے، اور کوئی شکوہ شکایت نہیں کرتا، تو حق تعالیٰ شانہ، اس کے لئے انعامات کے دروازے کھول دیتے ہیں، اور اس کو اپنی عنایات والطاف کا مورد بنادیتے ہیں۔

ایمان کے دو بازو

خلاصہ یہ کہ شکر اور صبر ایمان کے دو بازو ہیں، جن پر ایمان پرواز کرتا ہے، تو مومن کی شان یہ ہے کہ وہ شکر اور صبر کرنے والا ہو، میں عرض کر رہا تھا کہ عورتیں شوہر کی ناشکری بہت کرتی ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ." (مشکوٰۃ ص:۲۶۱)

ترجمہ:... "جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔"

تو گھروں میں ساری لڑائی اسی وجہ سے ہے کہ مجھے یہ نہیں دیا، وہ نہیں دیا، مطالبات کی ایک طویل فہرست ہے، جو "پی ڈی اے" (پاکستان ڈیموکریٹک الائنس، یعنی پی پی اور اس کی حلیف جماعتوں کے اتحاد) کے مطالبات سے بھی زیادہ لمبی ہے، ہر روز ایک مطالبہ، ایک نیا لفافہ، اب مطالبات کے اس جنگل کو کاٹنا، اس کو سر کرنا غریب مرد کے بس کی بات نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ ساری عمر بھلائی کرتے رہو، اگر ایک دن کوئی بات ان کے مزاج کے خلاف ہو جائے تم سے، تو کہیں گی: "مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ!" (فتح الباری ج:۲ ص:۵۴۰) کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔ یہ تھی وہ بات جس پر فرمایا کہ تم اپنے شوہر کی ناشکری بہت کرتی ہو، اور دُوسری بات یہ کہ تم لعنت ملامت بہت کرتی ہو، اور تم اچھے خاصے سمجھ دار، ہوشیار، عقل مند آدمی کی عقل کو ایسا چکر دیتی ہو کہ وہ بے چارہ پریشان ہو کر رہ جاتا ہے، ایسی اُلجھنیں، اور ایسی گرہیں ڈال دیتی ہیں کہ عقل کے ناخن ان گرہوں کو کھولنے سے عاجز آجاتے ہیں۔

تو فرمایا کہ: "تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ." (مشکوٰۃ ص:۱۳) تم اپنے شوہر

کی ناشکری کرتی ہو، کبھی خوش نہیں ہوتی، یہ بے چاری عورتوں کی کمزوری ہے۔

باقی ان کی کمزوری کی رعایت اللہ تعالیٰ نے بھی فرمائی ہے گھر کے آباد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عورتوں کی اس کمزوری کی بھی رعایت کی جائے، ان کا حوصلہ بھی کم ہوتا ہے اور آدمی حوصلہ زیادہ رکھتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اسی لئے طلاق اللہ تعالیٰ نے عورت کے ہاتھ میں نہیں رکھی، مرد کے ہاتھ میں رکھی ہے، اس لئے کہ اگر یہ عورتوں کے ہاتھ میں رکھی ہوتی تو یہ ایک دن میں کھیل بگاڑ کے رکھ دیتیں۔ بہر حال ان کو محسنہ سمجھو یہ خدمت گزاری بھی کرتی ہیں۔

اگر کچھ کمزوری ہے ان میں تو ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ صلاحیتیں بھی عطا فرمائی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ عورت ماں کی حیثیت رکھتی ہے۔ تمہارے بچوں کی ماں ہے اور تم بھی کسی کے بچے ہو، بچہ ساری رات روتا ہے اور ماں اس کو چپ کراتی ہے، بہلاتی ہے، سلاتی ہے۔ بس یہ ذرا تھوڑا سا تحمل کر لیا کریں اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری نہ کیا کریں تو ان کے لئے تو جنت بنی بنائی ہے۔

تیسری قسم کی عورت کا بیان

تیسری قسم کی عورت جو خاوند کے گلے کا طوق ہوتی ہے اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا اور اگر خاوند اس کو چھوڑنا چاہے تو اس کے حق مہر کی وجہ سے چھوڑ بھی نہیں سکتا اور وہ جوں کی طرح چمٹ جاتی ہے۔ ایسی عورت کا ملنا، بھائی! یا تو تمہارا امتحان ہے...... یا تمہارے گناہو ں کی سزا ہے..... بھگت لو دنیا میں اور اللہ سے دعا کرو۔

مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں لطیفہ سناتے تھے کہ ایک شوہر تھا، بیچارا میرے جیسا کمزور اور بیوی تھی ذرا جابر۔ ایک دن وہ روٹی پکا رہی تھی اور یہ پاس بیٹھا کھا رہا تھا، اس نے کوئی ایسی ویسی بات کر دی ہوگی تو شوہر کہنے لگا: یا اللہ! یا تو میں مر جاؤں......... بیوی نے سوٹا (ڈنڈا) اٹھایا اور کہنے لگی کہ، یا؟......... تو کہنے لگا....... یا بھی میں ہی مر جاؤں!.........

تو یہ طوق ہے جو اللہ تعالیٰ ڈال دیتے ہیں بندے کے گلے میں لیکن عارفین اس کو بھی حق تعالیٰ شانہ، کی عنایت سمجھتے ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے احوال

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ بڑے نازک مزاج تھے اتنے نازک مزاج تھے کہ اتنا نازک مزاج ہونا مشکل ہے۔ حضرت کے خلیفہ خاص وخادم غلام علی جنہوں نے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا تھا، یہ غلام علی بعد میں حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہوئے اور ان ہی حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عجیب وغریب قصے لکھے ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا کی تعداد چار ہزار تک ہے اور چین سے مغرب اقصیٰ تک ان کے خلفاء کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریفہ کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے، چھپا ہوا موجود ہے میرے پاس بھی ہے۔ ابن عابدین شامی نے ان کی شخصیت پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ یہ روم سے دہلی آئے حضرت سے فیض اٹھایا اور خلافت لے کر گئے۔ اسی طرح چین کے لوگ بھی حضرت سے خلافت لے کر گئے۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں لوگوں نے حضرت سے فیض نہ اٹھایا ہو، اتنے بڑے آدمی ہوئے ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے دستر خوان پر بیک وقت چار چار ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔ ایک دن مسجد میں ٹہل رہے تھے کہ بادشاہ وقت کا کارندہ آیا اور ایک خط دیا حضرت نے دیکھا تو لکھا ہوا تھا کہ ''سنا ہے کہ حضرت کے لنگر کا خرچ بہت بڑھ گیا ہے، میں اس کے لیے کوئی جاگیر وقف کرنا چاہتا ہوں...... اگر اجازت ہو؟ حضرت نے ٹہلتے ہوئے فرمایا کہ قلم ہے؟ قلم لیا اور اسی خط کی پشت پر لکھ دیا:

ما آبروئے فقر وقناعت نمے بریم

بادشاہ بگو کہ روزی مقرر است

ترجمہ: ''ہم فقر وقناعت کی آبرو کو بٹہ (داغ) نہیں لگائیں گے بادشاہ سے کہہ دو کہ روزی اوپر لکھی جا چکی ہے۔''

کتنے اونچے آدمی ہوں گے ذرا غور کرو اور یہ شاہ غلام علی حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص تھے۔

ایک دن حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ للہ علیہ کے پاس کچھ بادام آئے حضرت نے ان کو بھی پانچ یا سات بادام دے دیئے، انہوں نے کسی دوسرے وقت میں حضرت شیخ سے جدا ہو کر کھالئے، حضرت نے کسی دوسرے وقت میں پوچھا کہ غلام علی تمہیں بادام دیئے تھے؟ کہا کہ حضرت میں نے کھالئے،....فرمایا کہ غلام علی آدمی ہو یا بیل!.....اتنے سارے بادام اکٹھے کھالئے.....؟اتنے نازک مزاج تھے حضرت مرزا صاحبؒ۔

ان کا دوسرا قصہ یہ ہے کہ ایک دن حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو پنکھا جھل رہے تھے فرمایا: غلام علی ہاتھوں میں طاقت نہیں ہے؟ انہوں نے پنکھا ذرا تیز کردیا، فرمانے لگے: غلام علی مجھے اڑانا چاہتے ہو؟ غلام علی جو حضرت کے خادم تھے اور بعد میں خلیفہ اعظم بنے، ان کے منہ سے نکل گیا کہ حضرت! نہ یوں بن پڑے، نہ یوں بن پڑے۔بس جلال میں آگئے فرمایا! یہاں تو یہی ہوگا نکلو یہاں سے، نکل جاؤ، یہاں تو نہ یوں بن پڑے گی نہ یوں بن پڑے گی۔نکلو.....اور اٹھادیا، سات دن تک یہ دروازے پر روتے رہے۔اتنے نازک مزاج بزرگ تھے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ۔

ان کا ایک اور قصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ تھانیدار ملنے کے لیے آیا، گھڑا پڑا تھا کہنے لگا: اجازت ہو تو پانی پی لوں؟ فرمایا کہ پی لو، پانی پینے کے بعد بیٹھا رہا، باتیں کرتا رہا حضرت برداشت کرتے رہے، بے ڈھنگی بات سن کر فوراً سر میں درد شروع ہو جاتا تھا، اس کی باتوں کو سن کر برداشت کرتے رہے جب اٹھنے لگا تو کہا کہ حضرت! اجازت ہو تو خدمت کے لیے کوئی آدمی بھیج دوں؟ اب برداشت نہیں ہوا فرمایا! پہلے تم تو آدمی بن جاؤ، یہ تم نے گھڑے سے پانی پیا ہے اور اس کا ڈھکن ٹیڑھا رکھ دیا ہے، جب سے میرے سر میں درد ہے۔یہاں تک نزاکت تھی۔ان کے عجیب وغریب واقعات ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ اور ان کی بیگم کا عجیب واقعہ

حضرت کو جو بیگم ملی تھیں اللہ کی پناہ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا عصر کی نماز کے بعد ایک خادم کو بھیجتے وہ پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر پوچھتا: بیگم صاحبہ! حضرت فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟ بیگم صاحبہ دو چار سو گالی اس خادم کو نکالتی اور دو چار گالی اس کے پیر صاحب کو نکالتی اور کہتی! ''ایسی تیسی تیری اور تیرے پیر صاحب کی'' اور بعد میں کوئی کام ہوتا تو بتا دیتیں۔

ایک دن ایک نئے خادم کو بھیج دیا وہ پٹھان تھا اس نے جا کر پوچھا: بیگم صاحبہ حضرت فرماتے ہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو منگوا دیں؟ اس نے معمول کے مطابق بکواس کرنا شروع کر دیں، یہ تھا پٹھان، کہنے لگا او کافر کا بچی...... ہمارے حضرت کو ایسا بولتا ہے، قتل کر دوں گا۔ اب اندر تو جا نہیں سکتا پردے کے پیچھے بات کر رہا تھا۔ واپس آ کر کہنے لگا: حضرت صاحب آپ نے کیسا بیوی رکھا ہے ایسا بولتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری نازک مزاجی کو دیکھتے ہوئے یہ بیوی مجھے عطا فرمائی ہے اور مجھے فرمایا ہے کہ تمہارے تمام مراتب اسی عورت کے ذریعے طے ہوں گے۔

بزرگوں کی نظر بہت گہری ہوتی ہے

جی ہاں! اللہ والے اس کو بھی دوسری طرف لے جاتے ہیں، ہماری طرح لڑتے نہیں...... گرمی نہیں کرتے...... سمجھتے ہیں کہ یہ بد مزاج بیوی طوق ہے جو اللہ نے میری گردن میں ڈالا ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ یہ طوق ہے اللہ جس کی گردن میں چاہتا ہے، ڈال دیتا ہے۔

بزرگ کہتے ہیں کہ اللہ نے یہ جو طوق ڈالا ہے یا تو میرے گناہوں کی سزا ہے اللہ مجھے یہیں دنیا میں فارغ کر دینا چاہتے ہیں، آگے بچانا چاہتے ہیں اور یا اللہ تعالیٰ نے اس میں میرے مراتب رکھے ہیں، میرا نفس کسی شیخ سے اصلاح قبول نہیں کر سکتا تھا اللہ نے سب سے بڑا پیر بیوی دے دی، جو بڑوں بڑوں کی اصلاح کر دیتی ہے، بڑوں بڑوں کی

نزاک مزاجیوں کو دور کر دیتی ہے۔

(یہ تین قسم کی عورتیں تھیں جن کا بیان ہو چکا آگے مردوں کا ذکر ہے)

مردوں کی تین قسمیں

(عورتوں کی طرح مردوں کی بھی تین قسمیں ہیں)

پہلی قسم کا آدمی

مردوں کی تین قسموں میں سے پہلی قسم کے مرد کے اوصاف یہ ہیں:

"رَجُلٌ عَفِيفٌ، هِيِّنٌ لَيِّنٌ، ذُوْ رَأيٍ وَمَشُوْرَةٍ"

(۱) پاک دامن آدمی

(۲) نرم زبان، نرم مزاج، آدمی

(۳) صاحب رائے اور مشورہ والا آدمی

پہلی صفت ہے پاک دامن ہونا

پاک دامنی عفت سے ہے، یہ عورت کی صفت میں بھی گزر چکا ہے، مطلب یہ ہے کہ مرد بھی پاک دامن ہو اور عورت بھی پاک دامن ہو۔

پاک دامنی کے معنی ہیں حرام کاموں سے بچنا...... حرام شہوت سے بچنا...... اور شہوت کہتے ہیں اشتہا کو...... حرام اشتہا سے بچنا...... غلط قسم کی نفسانی خواہش سے بچنا...... اپنے آپ کو برے کاموں سے روکنا...... پیٹ کی اشتہا جسے بھوک کہتے ہیں اس سے بچنا...... غلط بات کہنے سے بچنا...... ایک خواہش ہوتی ہے بڑا بننے کی اس سے بھی بچنا...... زیادہ بات کہنے سے بچنا، یہ تمام عفت کے شعبے ہیں۔

ایک آدمی کو زیادہ بولنے کی خواہش ہوتی ہے، وہ ہر وقت بولتا رہتا ہے، بولتا ہی رہتا ہے، میری طرح، میں بطور لطیفہ کے کہتا ہوں کہ میرے بھائیوں نے بولنے کا ٹھیکہ مجھے دے

رکھا ہے میرے تین بھائی اور تھے، ایک اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ہم چار بھائیوں میں بس تینوں خاموش بیٹھے ہیں، کبھی نہیں بولتے اور میں بولتا رہوں گا، بولنے کی بھی ایک خواہش ہوتی ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

يَا مُعَاذُ! أَتَدْرِىْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ.

''اے معاذ! جانتے ہو بندوں کے ذمے اللہ کا حق کیا ہے اور اللہ کے ذمے بندوں کا حق کیا ہے؟''

ایک لمبی حدیث ہے اس کے آخر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا:

''كُفَّ عَلَيْكَ لِسَانَكَ''

''اپنی زبان کو روک کر رکھو''۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! ہم جو الفاظ بولتے ہیں کیا اس پر بھی پکڑ ہوگی؟''

ارشاد فرمایا: ''ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ''... ''اے معاذ تیری ماں تجھ کو گم پائے، تو مر جائے۔''

یہ عربوں کی سرزنش ہوتی تھی، کسی کو برا بھلا کہنا ہوتا تو اس کو اس طرح کہتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی پر عتاب فرماتے تو اکثر یہ لفظ بولتے تھے، فرمایا:

''ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يُكِبُّ النَّاسَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ أَوْ قَالَ عَلٰى مَنَاكِبِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ''

''اے معاذ! تجھ کو تیری ماں گم پائے، لوگوں کو ان کے چہرے کے بل یا فرمایا کہ ناک کے بل دوزخ میں گرانے والی ان کی

زبان کی کھیتیاں ہی تو ہوں گی۔"

لہٰذا آدمی کو عفیف ہونا چاہئے۔ حرام لقمے سے بھی بچے، ناجائز کلمے سے بھی بچے، ناجائز الفاظ سے بھی بچے اور ناجائز خواہشات سے بھی بچے، غرض حلال وحرام سے بچنے کا اہتمام کرے۔

محرمات کو ترک کرنا سب سے بڑی عبادت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ: "اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُن أَعْبَدَ النَاسِ."

"یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو چیزیں حرام کردی ہیں ان سے بچو، تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔"

یعنی جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے ان کو چھوڑ دو، اور اللہ تعالیٰ سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کرلو کہ آج سے میں نے سب محرمات چھوڑ دیں تو تم سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔ زیادہ نفل پڑھنے کا نام عبادت نہیں ہے، (یہ بھی اچھی چیز ہے بلکہ بہت اچھی چیز ہے) اسی طرح زیادہ تسبیح پڑھنے کا نام عبادت نہیں ہے، (یہ بھی اچھی چیز ہے) علیٰ ھٰذا القیاس اور جو جو نیکیاں ہیں، ان کا کرنا بھی عبادت گزاری نہیں ہے، سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا اور رک جانا ہے، اب بھائی بات اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی ہے، اپنے سر سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ذرا غور کرو کہ کون کون سی چیزیں ہمارے اندر پائی جاتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام کر دیا ہے، لیکن ہم نے تو ایک بہت اچھا اور بہت سستا سا نسخہ تلاش کرلیا ہے، جس پر دو پیسے کا خرچہ بھی نہیں آتا، اور وہ یہ کہ ہم ہر بات میں کہہ دیتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے؟ جو مرضی آئی لباس پہن لیا، اور کہہ دیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ کالر لگا لئے اور پھر کہہ دیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ داڑھی منڈا لی اور کہہ دیا کیا حرج ہے؟ کسی کے ساتھ بے ایمانی کرلی، اور کہہ دیا اس میں کیا حرج ہے؟

غرضیکہ ہم نے سارے دین کو اس بات میں اڑا دیا ہے کہ اس میں کیا حرج ہے؟:

انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پڑے کالج کے چکر میں، مرے صاحب کے دفتر میں

اکبرالہ آبادی مرحوم فرماتے ہیں کہ ہم نے دین کو سیکھا ہی کب ہے؟

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "فَتَعَلَّمْنَا الْإِيْمَانَ قَبْلَ اَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ، ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ فَازْدَدْنَا بِهٖ اِيْمَانًا." (ابن ماجہ، ص:۷)

یعنی ہم نے پہلے ایمان سیکھا تھا پھر قرآن سیکھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْشَؤُ نَشْؤٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ.........الخ" (ابن ماجہ، ص:۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور اب کچھ لوگ آئیں گے جو قرآن تو فر فر پڑھیں گے لیکن حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

بارگاہ الٰہی میں پیشی

میرے بھائیو! ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ جب میں بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور آپ حضرات بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ ہم سے سوال کریں گے، اور وہاں ہم سے جواب نہیں بن پڑے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِيْ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُنْشِرُ عَلَيْهِ تِسْعًا وَتِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟......الخ"

(مشکوٰۃ، ص:۴۸۶)

ترجمہ:...... "ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا، اپنے آگے کی طرف دیکھے گا تو جہاں تک نظر پہنچتی ہوگی نامۂ اعمال کا ڈھیر لگا ہوگا اس کے اعمال بد کے نوسوننانوے دفتر ہوں گے اور ہر دفتر حد

نگاہ تک پھیلا ہوا ہوگا، ارشاد ہوگا: کیا ان میں سے کسی کا انکار کرتے ہو؟“

گویا کہا جائے گا کہ پہلے ان کا حساب دے دو اور پھر آگے چلے جاؤ۔ ذرا غور فرمایئے کہ میرا اور آپ کا کیا حال ہوگا؟ ایک ایک چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ سوال کریں گے، اب تو لوگ امتحان میں ناکام ہوکر خودکشی کرلیتے ہیں، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ کہتے ہیں ایک دفعہ امتحان دیا، دوسری دفعہ امتحان دیا، تیسری دفعہ امتحان دیا، کامیابی نہیں ہوئی، خودکشی کرلی، پھر خودکشی کرکے جان چھوٹ جائے گی؟ نہیں! بلکہ اور پھنس جائے گی، میاں یہ تم نے پڑھنا ہی کیوں تھا؟ تم نے یہ پڑھنے کی کوشش ہی کیوں کی؟ جانے دیتے، جہاں تک روٹی کا مسئلہ ہے، مل جائے گی۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ دے ہی رہے ہیں، خواہ مخواہ ہم نے اپنے ذمہ روٹی کا بوجھ اٹھالیا ہے، روٹی پیٹ میں ڈالنے کے لئے ہے، سر پر اٹھانے کے لئے نہیں ہے، اللہ تعالیٰ دے دیں گے، غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حرام کی ہیں، ایک ایک کرکے ان کو چھوڑ دو، تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ اور اگر نہیں چھوڑو گے تو پھر یہ بھی یاد رکھو کہ موت آنے والی ہے، قبر میں دفنا کر آجائیں گے، یہ میرے اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ کسی کو زیادہ رسوا نہیں کرتے، لیکن قبر میں کیا ہوگا؟ اس سے پناہ مانگو، حدیث شریف میں ہے کہ:

”كَانَ عُثْمَانُ اِذَا وَقَفَ عَلٰى قَبْرٍ بَكٰى حَتّٰى يَبُلَّ لِحْيَتَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْكِيْ وَ تَبْكِيْ مِنْ هٰذَا. فَقَالَ اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَّنَازِلِ الْاٰخِرَةِ، فَاِنْ نَجَا مِنْهُ، فَمَا بَعْدَهٗ اَيْسَرُ مِنْهُ، وَاِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ............الخ“

(ترمذی، ج:۲، ص:۵۷، ابن ماجہ، ص:۳۱۵، مسند احمد، ج:۱، ص:۶۳، ۶۴)

ترجمہ:...... ”حضرت عثمان بن عفان امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب قبر پر جاتے تھے تو اتنا روتے تھے، اتنا روتے تھے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی تھی، عرض کیا گیا: آپ جنت اور دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں مگر اتنا نہیں روتے جتنا کہ اس سے روتے ہیں، فرمانے

لگے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: قبر سب سے پہلی منزل ہے آخرت کی منزلوں میں سے، اگر یہاں کامیاب ہوگیا تو آگے بھی کامیاب ہو جاؤں گا اور اگر یہاں ناکام ہوگیا تو آگے کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟ یہ تو کھیل تماشہ ہے، ہمارے سامنے لوگ مرتے ہیں اور جیتے ہیں، جینا اور مرنا ساتھ لگا ہوا ہے، جب بچہ پیدا ہوتا ہے ماں باپ خوشی کرتے ہیں، عزیز واقربا خوشی کرتے ہیں، بچہ روتا ہے، کیوں؟ کیوں روتا ہے؟ اس کو معلوم ہے کہ دوسری منزل آگئی۔

تو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دو، ان سے بچو، تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ: مجھے نصیحت کی کوئی ایک بات فرمادیجئے، تاکہ میں اس پر عمل کروں، اللہ پاک مجھے اس کے ذریعہ سے نفع عطا فرمائے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

”قَالَ: لَا تَأْكُلْ اِلَّا طَيِّبًا، وَلَا تَكْسِبْ اِلَّا طَيِّبًا، وَلَا تَدْخُلْ بَيْتَكَ اِلَّا طَيِّبًا“ (حلیۃ الاولیا، ج:۱، ص:۲۲۳)

تین چیزوں کی پابندی کرو، ایک یہ کہ پاک کھاؤ گے، پاک کماؤ گے اور پاک ہونے کی حالت میں گھر آؤ گے۔ ناپاک چیز تمہارے پیٹ میں نہ جائے، ناپاک چیز تمہاری کمائی میں شامل نہ ہو، اور ناپاک ہونے کی حالت میں اپنے گھر میں نہ آؤ۔

حلال پاک کھانے کا اہتمام

پاک اور طیب کھانے کا اہتمام! یہ اللہ کے محبوب بندوں کی علامت ہے، کچھ لوگ تو جانور ہیں، جو کچھ بھی مل جائے اس پر منہ مارتے ہیں، جانور کا یہی کام ہوتا ہے، اس کو اس سے غرض نہیں کہ یہ میرے مالک کا ہے یا نہیں؟ یا میرے حصے کا ہے یا نہیں؟ اس کا منہ جہاں تک پہنچ جائے، وہ اس کو ہڑپ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ گویا کھانے پینے کے معاملہ میں جانور نہ بنو، بلکہ پاک کھاؤ۔

ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

”اِنَّ اللهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اُمِرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ، فَقَالَ: یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا.“ (مشکوٰۃ، ص:۲۴۱)

ترجمہ:...... ”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جو حکم دیا ہے، وہی حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان دار بندوں کو بھی دیا ہے، رسولوں سے فرمایا کہ: اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔“

اور اہل ایمان سے فرمایا:

”یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ.“ (البقرۃ:۱۷۲)۔

ترجمہ:...... ”اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دیں۔“

دوسری جگہ اللہ پاک نے فرمایا:

”یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ.“ (البقرۃ:۲۶۷)

ترجمہ:...... ”اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم کماؤ اور جو پاکیزہ چیزیں ہم نے زمین سے نکالی ہیں۔“

مؤمن کو پاک کھانے کا اہتمام کرنا چاہئے، ناپاک کھانے کا لقمہ اس کے پیٹ میں نہ اترے۔

پاک وناپاک

اکابرؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعا قبول ہوا کرے، وہ ناپاک لقمہ سے پرہیز کرے، ناپاک کیا چیز ہے؟ آپ کو معلوم ہے کہ بعض چیزوں کو اللہ نے ناپاک فرمایا

ہے اور بعض کو پاک فرمایا ہے۔ بکری پاک ہے، اس کا گوشت پاک ہے، اور خنزیر ناپاک ہے، خرگوش پاک ہے اور بلی ناپاک ہے، حلال وحرام کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔

دوسری بات یہ بھی معلوم ہے کہ یہ چیز اچھی ہے یا یہ چیز گندی ہے، شراب کو ناپاک فرمایا گیا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ." (المائدہ:۹۰) یعنی یہ گندی چیز ہے، شیطان کے عمل سے ہے، اس سے بچا کرو۔ تو شراب کو حرام فرمایا ہے، اسی طرح جو چیزیں شریعت نے حلال کی ہیں وہ پاک ہیں اور جو چیزیں حرام کی ہیں وہ ناپاک ہیں، پاک کھاؤ، ناپاک نہ کھاؤ۔

دوسری بات یہ کہ حدیث شریف میں ہے:

"لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ."

(کنز العمال، ج:۱، حدیث:۳۹۷)

ترجمہ:...... "کسی مسلمان کا مال حلال نہیں ہوتا مگر اس کے دل کی خوشی سے۔"

طیب نفس اور دل کی خوشی سے اگر کوئی تمہیں اپنی چیز کھلاتا ہے تو تمہارے لئے کھانا جائز ہے اور زبردستی کھاتے ہو تو ناجائز ہے، حرام ہے، کسی کی بکری چوری کرلی اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اس کو ذبح کردیا، وہ حلال نہیں ہے، وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح مردار حرام ہے، چوری کی بکری کو تکبیر پاک نہیں کرتی، وہ ذبح کرنے سے بھی ناپاک ہی رہتی ہے۔ اسی طرح تم نے کسی کی چیز غصب کرلی، دبادی، وہ چیز تمہارے لئے حلال نہیں ہے، کسی کے مکان پر زبردستی قابض ہوگئے اور اس کو استعمال کرتے ہیں، ایک نماز جو اس صورت میں پڑھو گے وہ چالیس دن قبول نہ ہوگی۔ چوری کی بجلی استعمال کرتے ہیں، اس کا استعمال حرام ہے، اور اس بجلی میں جو تم عبادتیں کرتے ہو وہ بھی قبول نہ ہوں گی۔

تو غرضیکہ پرایا مال کھانا اس کی رضامندی کے بغیر یہ حلال نہیں، حرام ہے۔ پاک نہیں، ناپاک ہے۔ ناپاک نہ کھاؤ!

ناپاک کمائی کیا ہے؟

دوسرا یہ کہ کماؤ بھی پاک، تمہارے گھر میں ناپاک کمائی نہیں آنی چاہئے، ناپاک کمائی کیا ہے؟ کمانے کے جو طریقے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں، وہ پاک ہیں، اور جو طریقے ممنوع و ناجائز ٹھہرائے ہیں وہ ناپاک ہیں۔ اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں سے معلوم ہوسکتی ہے۔ کمائی کے جو طریقے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ممنوع و حرام ہیں، اگر وہ آپس کی رضامندی سے ہوں تب بھی حرام و ممنوع ہیں اور ناپاک ہیں، سود کا لین دین اللہ نے حرام فرمایا ہے اور اس کے خلاف اعلان جنگ فرمایا ہے، قرآن کریم میں ہے:

"فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ."

(البقرة:۲۷۹)

ترجمہ:...... "اگر تم اس کو نہیں چھوڑتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کے لئے تیار ہوجاؤ!"

اسی طرح رشوت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَعَنَ اللهُ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالرَّائِشَ بَيْنَهُمَا." (مشکوٰۃ ص:۳۲۶، مسند احمد ج:۲ ص:۳۸۷)

ترجمہ:...... "اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے رشوت لینے اور دینے والے پر، اور ان دونوں کے درمیان دلالی کرنے والے پر۔"

مشکوٰۃ میں صحیح مسلم کے حوالے سے حدیث ہے:

"لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ."

(مشکوٰۃ ص:۲۴۵)

ترجمہ:...... "اللہ نے لعنت فرمائی ہے سود لینے والے پر

اور سود دینے والے پر اور اس کو لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والوں پر اور فرمایا کہ: یہ گناہ میں سب برابر ہیں۔''

سود خور پر لعنت کا مطلب!

علماء فرماتے ہیں کہ ''لعن اللہ'' کا لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر دے رہے ہیں کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ صیغہ دعا کا ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بددعا فرماتے ہیں کہ اللہ لعنت فرمائے ان لوگوں پر۔

اسی طرح خرید وفروخت کی جو چیزیں شریعت نے حرام کی ہیں، ان کا لین دین کرنا اور ان کے ذریعہ سے پیسہ کمانا حرام ہے۔

بیع وشراء کے احکام سیکھنے کی ضرورت ہے

حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ رائے ونڈ میں تقریر فرما رہے تھے اور وہ اپنے بیان میں فرما رہے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے کچھ کمالیں، پھر تبلیغ میں نکلیں گے، حضرتؒ نے فرمایا کہ جب سیکھے بغیر کماؤ گے تو حرام کماؤ گے، تمہیں جائز وناجائز کا تو پتہ نہیں اور حلال و حرام کی پرواہ نہیں اور حلال کے اثرات وحرام کے اثرات کی تمیز نہیں، دل میں آخرت کا خوف اور خدا کا خوف نہیں، تو تمہیں کس نے کمانے کو کہا کہ پہلے کماؤ پھر تبلیغ کو چلیں گے۔

اسی بیان میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بازار میں دکان کھولنے کی اجازت صرف اس شخص کو ملتی تھی جو لین دین، خرید وفروخت کے مسائل جانتا ہو، پہلے اس کا امتحان لیتے تھے کہ جانتا بھی ہے؟ اب تو حکومت کو کوئی ٹیکس دے دے اور پولیس کو بھتہ دے دے تو پھر ٹھیک ہے، کہتے ہیں کہ صاحب! کرو جو کچھ کرنا ہے، خود بھی حرام کھائے اور پولیس وحکومت کو بھی حرام کھلائے۔

کل ایک صاحب کا خط ملا، اس میں لکھا تھا کہ کچھ دوست کھیل کھیلتے ہیں، اور اس کھیل میں کوئی ہار جائے تو اس سے بوتلیں یا چائے پیتے ہیں۔ میں نے کہا: جرمانہ کرنا حرام

ہے، ہمارے فقہائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ جرمانہ کی سزا دینا حرام ہے۔ کسی پر ڈنڈ وتاوان لگادیتے ہیں، حکومت جرمانہ کردیتی ہے، یہ حرام ہے، اس رقم کا لین دین بھی حرام ہے، یہ میں نے چند مسائل کی طرف اشارہ کردیا ہے، کہنا یہ ہے کہ حلال کھانے کا اہتمام اور حلال کمانے کا اہتمام کرو۔

حرام غذا کے اثرات:

تمہارے اور تمہارے بیوی بچوں کے پیٹ میں ناپاک چیز نہ جائے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ:

آں خورد گردد (پلیدی) از و جدا
وآنکہ خورد گردد ہما نور خدا

ایک یہ کھانا کھاتا ہے تو اس سے گندگی نکلتی ہے، اور وہ کھاتا ہے سب کا سب نورِ خدا بن جاتا ہے۔ کھانے کی ایک گندگی حسّی نکلتی ہے، جسے بول و براز کہتے ہیں، اور ایک گندگی اخلاقِ خبیثہ اور عقائد خبیثہ ہیں، حرام کھاؤ گے تو گندے اخلاق پیدا ہوں گے، گندے خیالات پیدا ہوں گے، گندے عقائد پیدا ہوں گے، اور تمہارا باطن سر سے لے کر پاؤں تک گندا ہوجائے گا۔ اس کے نتیجہ میں پھر طاعات کی توفیق سلب ہوجائے گی، نیکی کی توفیق نہ ہوگی، برائی کی طرف رغبت ہوگی۔

غرضیکہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پاک چیز کھاؤ، ناپاک نہ کھاؤ، پاک کماؤ، ناپاک نہ کماؤ، ٹھگی نہ کرو، دھوکا نہ دو، فریب نہ کرو، غصب نہ کرو، چوری نہ کرو اور جتنے شرعاً ناجائز طریقے ہیں ان کو نہ کرو۔

گندے ہوکر گھر نہ آؤ

گھر میں آؤ تو پاک ہونے کی حالت میں آؤ، گندہ ہونے کے ساتھ نہ آؤ، بداخلاقی کے ساتھ اور بداعتقادی کے ساتھ، گندہ ہوکر گھر نہ آؤ، تمہاری نظر بیوی بچوں پر پڑے گی، تو وہ بھی گندے ہوں گے۔

اور یہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں، اپنے نفع کے لئے نہیں، ہمارے نفع کے لئے کی ہیں۔تم آنحضرت ﷺ کی شکل بنالو، اول سے لے کر آخر تک، علماء کرام سے پوچھ پوچھ کر عمل کرو۔

دوسری صفت ہے ھین، لین، نرم مزاج ہونا

آدمی کو نرم زبان، نرم مزاج، نرم خو ہونا چاہئے، یہ بہت بڑی صفت ہے، آدمی میں ہزار عیب ہوں، ایک خوش اخلاقی اور شیریں زبان تمام عیوب پر پردہ ڈال دیتی ہے اور اگر آدمی میں ہزار خوبیاں ہوں لیکن ایک بدزبانی، بدخوئی، بدمزاجی اس کی ہزار خوبیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ایک حدیث شریف میں فرمایا:۔

"اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ"

"مومن نرم زبان، نرم مزاج والے ہوتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی صفات والا بننے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ

میں نے اپنے رفقاء میں اللہ بخشش فرمائے مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ علیہ کو دیکھا ہے، بہت سے سفر ان کے ساتھ کئے اور بعض سفر اتنے طویل تھے کہ مہینوں تک ہمیں سفر میں اکٹھا رہنا پڑا، مفتی صاحب رحمہ اللہ علیہ کی خاص ادا تھی، "اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے" جب بھی ہم نے کوئی رائے پیش کی کبھی مناقضہ نہیں فرمایا۔ہم نے کوئی بات کہہ دی کبھی مناقضہ نہیں فرماتے تھے، جیسی رائے ہو ٹھیک ہے، ورنہ باپ بیٹا دو راستہ چل رہے ہیں، ایک کہتا ہے ادھر جانا ہے، دوسرا کہتا ہے ادھر جانا ہے، وہیں لڑائی شروع۔بھئی پہنچنا تو وہیں ہے دونوں راستوں نے، یہ راستہ بھی وہیں جائے گا یہ راستہ بھی وہیں جائے گا لیکن اس پر بحث شروع ہو جاتی ہے۔

تیسری صفت ہے رائے اور مشورہ والا ہونا۔

آدمی کی تیسری صفت ہے ”ذورای و مشورة“ صاحب رائے اور مشورہ والا ہونا۔ یہ آدمی صاحب رائے ہے، عقل مند ہے، دانا ہے جب بھی کوئی بات پیش آتی ہے اس پر غور کرتا ہے غور کرنے کے بعد ہر کام کو اس کے موقع پر کرتا ہے۔ جہاں نرمی کی ضرورت ہوتی ہے نرمی کرتا ہے جہاں سختی کی ضرورت ہوتی ہے سختی کرتا ہے۔

دوسری قسم کا آدمی

دوسری قسم کا آدمی جو بے چارا رائے اور عقل نہیں رکھتا۔ لیکن اللہ نے یہ صفت اس میں پیدا کی ہے کہ جب بھی کوئی قصہ پیش آتا ہے تو داناؤں سے مشورہ کرتا ہے اور داناؤں کے مشورہ پر عمل کرتا ہے، یہ بھی ٹھیک رہا، ٹھیک آدمی ہے۔

تیسری قسم کا آدمی

تیسری قسم کے آدمی کے بارے میں فرمایا ”رجل حائز بائز“ یہ آدمی حیرت میں مبتلا ہے، پریشان ہے، دو پہلوؤں میں سے ایک پہلو کو ترجیح نہیں دے سکتا، اتنی عقل نہیں کہ دو صورتوں میں سے کون سی صورت اختیار کروں؟ ”بائز“ کے معنی ہیں ہلاک ہونے والا، (یعنی) سرگردان پھرتا رہتا ہے بے چارا، لیکن اتنی بھی عقل اللہ نے نہیں دی کہ کسی صاحب رائے سے مشورہ کرلے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

کشت گماں مرد کہ نہ دائم
برعقل از جہاں شود معدوم

ترجمہ: ”فرض کرو کہ دنیا سے عقل ختم ہوجاتی تب بھی کوئی
آدمی اپنے آپ کو بے عقل ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔“

شیخ کہتے ہیں: فرض کرو کہ دنیا میں عقل کا وجود ہی نہیں، پورے کا پورا جہاں ہی عقل سے خالی ہے تب بھی کوئی آدمی اپنے آپ کے بارے میں یہ تہمت برداشت کرنے کے

لئے تیار نہیں کہ میں بے عقل ہوں، نادان ہوں، بلکہ کہتا ہے کہ توبہ! میں بے عقل ہوں۔

اور پھر یہ بات بھی ہے کہ ہر عقل مند آدمی ہر کام کو تو نہیں جانتا۔ بہت سے لوگ مجھے بعض چیزوں کے بارے میں لکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ بھائی میں یہ نہیں جانتا۔ بعض کاروبار کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ بعض قانون کے بارے میں پوچھتے ہیں، میں کہتا ہوں نہیں جانتا کسی وکیل سے پوچھو۔ میں تو اپنا جانتا ہوں قانون نہیں جانتا، کوئی تعویذ کے لئے لکھتا ہے کہتا ہوں نہیں جانتا۔

لَااَدْرِیْ

بقول حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم عطا فرمایا ہے کہ میں دنیا کے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہوں! کسی نے کہا حضرت کیسے؟ فرمایا کہ جو بات معلوم نہیں وہ لکھ دوں کہ مجھے نہیں آتی "من نمی دانم" میں نہیں جانتا۔

ہر آدمی ہر چیز کا تو ماہر نہیں ہوتا بھائی، اور بے وقوف کے معنی ہیں واقفیت نہ رکھنے والا، نادان کے معنی ہیں نہ جاننے والا تو جو چیز مجھے نہیں آتی اس سے میں بے وقوف ہوں، نادان ہوں اگر تمہیں کوئی ایسا معاملہ آن پڑے جس سے تم واقف نہیں ہو تو کسی دانا سے مشورہ کرلو، نادانی کا علاج تو یہی ہے۔ لیکن سب سے بڑا نادان وہی ہے جو خود بھی نہیں جانتا اور کسی دانا سے مشورہ بھی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

زوجیت کے حقوق

لڑکی پر شادی کے بعد کس کے حقوق مقدّم ہیں؟

س...... لڑکی پر شادی کے بعد ماں باپ کے حقوق مقدّم ہیں یا شوہرِ نامدار کے؟

ج...... شوہر کا حق مقدّم ہے۔

بغیر عذر عورت کا بچے کو دُودھ نہ پلانا جائز نہیں ہے

س...... خداوند کریم رازق العباد ہے، اس نے بچے کا رزق (دُودھ) اس کی ماں کے سینے میں اُتارا، اگر اس کی ماں بلا کسی شرعی عذر کے جبکہ ڈاکٹر نے بھی منع نہ کیا ہو، بلکہ صرف اس عذر پر کہ وہ ملازمت کرتی ہے، بچے کو دُودھ پلانے سے کمزوری واقع ہوگی یا حسن میں بگاڑ پیدا ہوگا، بچے کو اپنا دُودھ نہ پلائے تو کیا ایسی ماں کا شمار غاصبوں میں نہ ہوگا اور کیا وہ سزاوار نہ ہوگی؟ آپ اَز رُوئے شرع فرمائیے کہ ایسی عورت کو کیا سزا ملے گی؟

ج...... بچے کو دُودھ پلانا دیانتاً ماں کے ذمہ واجب ہے، بغیر کسی صحیح عذر کے اس کو انکار کرنا جائز نہیں، اور چونکہ اس کے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں اس لئے ملازمت کا عذر معقول نہیں، اسی طرح حسن میں بگاڑ کا عذر بھی صحیح نہیں۔

بیوی بچوں کے حقوق ضائع کرنے کا کیا کفارہ ہے؟

س...... میرے بڑے بھائی جو اَب پاکستان میں عرصہ ۲۵ سال سے ہیں، ہندوستان ضلع سہارن پور میں بیوی اور ۵ بچوں کو چھوڑ آئے اور یہاں پر دُوسری شادی کی اور پاکستان میں بھی ان کی اولاد ہے۔ جب سے یہ پاکستان آئے ہیں پہلی بیوی کی کفالت کے

لئے کچھ نہیں کیا، اور نہ پہلی بیوی کو طلاق دی اور نہ دوبارہ ہندوستان گئے۔ ایسی صورت میں کیا وہ بیوی ان کے نکاح میں موجود ہے؟ کیا پاکستان میں بڑے بھائی کی جائیداد میں پہلی بیوی اور بچوں کا حق ہے؟ اگر ہے تو اس کا کیا حساب ہے؟ اب بڑھاپے میں وہ پچھتا رہے ہیں اور کفارہ ادا کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

ج…… جب پہلی بیوی کو طلاق نہیں دی تو ظاہر ہے کہ وہ ابھی اس کے نکاح میں ہے، اور بیوی بچوں کو اس طرح بے سہارا چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوئے۔ اب اس کا کفارہ اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگیں اور بیوی بچوں کے جو حقوق ضائع کئے ان سے بھی معافی مانگیں۔ پاکستان میں ان کی جو جائیداد ہے اس میں پہلی بیوی اور اس کے بچوں کا بھی برابر کا حصہ ہے۔

شوہر کا غلط طرزِ عمل، عورت کی رائے

س…… روزنامہ ''جنگ'' صفحہ ''اقرأ'' پر مندرجہ بالا عنوان کے تحت ایک واقعہ شائع ہوا تھا، پڑھ کر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، چونکہ اس قسم کے حالات سے ہم لوگ گزر رہے ہیں، تین بچے جن کی عمر اٹھارہ اور اٹھارہ سے زیادہ ہے، زیرِ تعلیم ہیں۔ ٹیوشنز کرکے اپنے اخراجات پورے کررہے ہیں۔ دو بچے جن کی عمریں دس سال، گیارہ سال کی ہیں، اسکول میں زیرِ تعلیم ہیں۔ میں دِل کی مریضہ ہوں، قاعدے سے بیٹی کو میری دیکھ بھال کرنی تھی لیکن اس کو اپنی ضروریات سے اس قدر مجبور کردیا گیا کہ پیروں میں چپل اور سر پر دوپٹہ نہ رہا تو اس نے مجبور ہوکر ملازمت کرلی، حالانکہ جس سرکاری ادارے سے میرے میاں کو ریٹائرڈ کیا گیا ہے، وہاں سے طبّی سہولتیں اب بھی بحال ہیں لیکن ہم بیمار پڑتے ہیں تو دوائیں لاکر نہیں دی جاتیں، میرا ہر ماہ چیک اَپ ہوتا ہے اسے بھی بڑی تگ و دو کے بعد لڑائی جھگڑے کے بعد کرایا جاتا ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ علاج بند کرو، ڈاکٹر لکھ کر نہیں دیتا، حالانکہ اس سرکاری دفتر کے ڈاکٹر نے خود کہا کہ ہم ضرورت پڑنے پر ایک ماہ کی بجائے ہفتے بھر بعد بھی مریضوں کو بھیج دیتے ہیں۔ دو وقت کی روٹی دے کر وہ ہمیں اتنے طعن و تشنیع

دیتا ہے کہ اب ہمارے اعصاب برداشت نہیں کرپاتے، اگر احتجاج کیا جاتا ہے تو وہ مجھے طلاق کی دھمکی دیتا ہے، ہر وقت گھر میں ہنگامہ برپا رکھتا ہے۔ بڑے بیٹے نے صرف اتنا کہہ دیا تھا کہ آپ ہماری ماں کو بلاوجہ کیوں تنگ کرتے ہیں تو چپل اُٹھا کر کان پر ماری، کان کا پردہ پھٹ گیا۔ کہتا ہے کہ اگر لڑکے بولے تو میں سڑک پر کپڑے پھاڑ کر نکل جاؤں گا اور کہوں گا کہ میری اولاد نے مجھے مارا ہے۔ جوان بیٹی گھر میں ہے، ہم اس کی عزّت کی خاطر سب کچھ برداشت کررہے ہیں۔ جتنا فنڈ ملا تھا امریکہ لے کر چلا گیا، ایک سال بعد واپس آیا ہے تو ہر وقت چھوڑ دینے کی دھمکی اور طلاق کی دھمکی دیتا ہے۔ میں تعلیم یافتہ ہوں لیکن گھریلو ذمہ داریاں، بیماری نے ملازمت کے قابل نہیں چھوڑا، پھر ہر وقت کی ذہنی اذیت نے اعصاب پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے، میں زیرِ تعلیم بچوں کو اس سے بچانے کے لئے سرگرداں ہوں، لیکن کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا۔ خودکشی کرنے سے میرے بچوں کا کیریئر ختم ہوجائے گا، ان کے لئے جو میرا سہارا ہے وہ بھی ختم ہوجائے گا۔ پھر جب اتنا صبر کیا ہے تو اتنا بڑا گناہ اپنے سر کیوں لوں؟ خدارا ہمیں بتائیں کہ ہم کیا کریں؟ آپ کو اللہ کا واسطہ جلد اس کا تفصیلی جواب شائع کریں۔

ج...... حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ:

"عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لأهلي. رواه البزار."

(مجمع الزوائد، ج:۴، ص:۳۰۳)

ترجمہ:...... "تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے اچھا ہوں۔"

میاں بیوی کی چپقلش گھر کو جہنم بنادیتی ہے، جس میں وہ خود بھی جلتے ہیں اور اولاد کو بھی جلاتے ہیں، یہ تو دُنیا کی سزا ہوئی، آخرت کی سزا ابھی سر پر ہے، گھر کا سکون برباد

کرنے میں قصور کبھی مرد کا ہوتا ہے، کبھی عورت کا، اور کبھی دونوں کا۔ جب دونوں کے درمیان اَن بن ہوتی ہے تو ہر ایک اپنے کو مظلوم اور دُوسرے کو ظالم سمجھتا ہے۔ گھر کی اصلاح کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک دُوسرے کے حقوق ادا کرے، خوش خلقی کا معاملہ کرے، نرمی اور شیریں زبان اختیار کرے اور اگر کوئی ناگوار بات پیش آئے تو اس کو برداشت کرے۔ خصوصاً مرد کا فرض ہے کہ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے، عورت فطرتاً کمزور اور جذباتی ہوتی ہے، اس کی کمزوری کی رعایت کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں عورتوں کے بارے میں خصوصی تاکید اور وصیت فرمائی تھی، اس کا لحاظ رکھے۔ اکثر گھروں میں میاں بیوی دونوں اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کے درمیان نفرت اور عداوت پیدا کردیتے ہیں، اس لئے تمام مسلمان گھرانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں اور گناہوں سے پرہیز کریں۔ بہت سے لوگ جانتے ہی نہیں کہ فلاں کام گناہ کا ہے، اور بعض جانتے ہیں مگر اس کو ہلکا سمجھ کر بے پروائی کرتے ہیں، پھر جب اللہ تعالیٰ وبال ڈالتے ہیں تو چلاّتے ہیں، لیکن گناہوں کو پھر بھی نہیں چھوڑتے۔ بزرگانِ دِین نے قرآن و حدیث سے اخذ کرکے گناہوں کی ۳۶ قسم کی نحوستیں اور وبال ذکر فرمائے ہیں، جن میں عام طور سے ہم مبتلا ہیں، ان ہی میں سے ایک آپس کی نااتفاقی بھی ہے، حق تعالیٰ شانہ ہم پر رحم فرمائیں۔

بہرحال خودکشی یا ایک دُوسرے کی شکایات یا آپس میں طعن و تشنیع تو آپ کے مسئلے کا حل نہیں، صحیح حل یہ ہے کہ:

۱:...... آج سے طے کرلیں کہ گھر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

۲:...... ایک دُوسرے کے حقوق ادا کریں گے، اور دُوسرا فریق اگر حقوق کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تب بھی صبر و تحمل سے کام لیں گے، اور گھر میں جھک جھک بک بک نہیں ہونے دیں گے۔

۳:...... گھر میں اگر کسی بات پر رنجش پیدا ہوجائے تو آپس میں صلح صفائی کرلیا کریں گے۔

شوہر سے اندازِ گفتگو

س...... اگر بیوی، شوہر کو ناحق بات پر ٹوکے اور وہ بات صحیح ہو، لیکن شوہر بُرا مان جائے تو کیا یہ گناہ ہے؟ اور وہ بات بے دھڑک اس وقت کہہ دیں یا بعد میں آرام سے کہیں؟

ج...... شوہر اگر غلط کام کرے تو اس کو ضرور ٹوکا جائے مگر لب ولہجہ نہ تو گستاخانہ ہو، نہ تحکمانہ، نہ طعن وتشنیع کا، بلکہ بے حد پیار ومحبت کا اور دانش مندانہ ہونا چاہئے، پھر ممکن نہیں کہ اس کی اصلاح نہ ہوجائے۔

شوہر بیوی کو والدین سے قطع تعلق کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا

س...... اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کے والدین سے ملنے نہ دے تو بیوی کو کیا کرنا چاہئے؟ جبکہ والدین کے بھی تو اولاد پر بے شمار احسانات ہوتے ہیں، تو شوہر کا حکم ماننا ضروری ہے یا والدین کو چھوڑ دینا؟

ج...... شوہر کو اس کا حق نہیں، اور نہ ہی شوہر کے کہنے پر والدین سے تعلق توڑنا جائز ہے، ہاں! شوہر کی ممانعت کی کوئی خاص وجہ ہو تو وہ لکھی جائے، ویسے عورت پر بہ نسبت والدین کے شوہر کا حق مقدّم ہے۔

بیوی شوہر کے حکم کے خلاف کہاں کہاں جاسکتی ہے؟

س...... کیا بیوی شوہر کے حکم کے خلاف کہیں جاسکتی ہے؟

ج...... نہیں جاسکتی، البتہ چند صورتوں میں جاسکتی ہے:

۱:...... اپنے والدین کو دیکھنے کے لئے ہر ہفتہ جاسکتی ہے۔

۲:...... دُوسرے محرَم عزیزوں سے ملنے کے لئے سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے۔

۳:...... باپ اگر محتاج ہو، مثلاً: اپاہج ہو اور اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس کی خدمت کے لئے روزانہ جاسکتی ہے، یہی حکم ماں کے محتاجِ خدمت ہونے کا ہے۔

شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا

س...... کیا شوہر کے گھر کے اخراجات کے لئے دیئے ہوئے پیسوں میں سے

بیوی ان لوگوں پر برائے نام کچھ خرچ کرسکتی ہے جو جان اور مال سے بیوی کے کام آتے ہوں، گو شوہر کو کچھ ناگواری ہو؟

ج..... ایسے خرچ سے جو شوہر کو ناگوار ہو، احتراز کرنا چاہئے، البتہ اس کی تدبیر یہ ہوسکتی ہے کہ شوہر سے کچھ رقم اپنے ذاتی خرچ کے لئے لی جائے اور اس میں سے یہ خرچ کیا جائے۔

بیوی سے ماں کی خدمت لینا

س..... باپ کی خدمت کے لئے تو اس کے کام میں ہاتھ بٹا کر اور اس کا حکم مان کر کی جاسکتی ہے، اگر ماں بوڑھی ہو اور گھر کا پورا کام کاج نہ کرسکتی ہو تو کیا بیوی سے یہ نہ کہا جائے کہ وہ ماں کے کام میں ہاتھ بٹائے؟ اس طرح ماں کی خدمت بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن آپ پہلے فرما چکے ہیں کہ اگر بیوی ساس سے خوش نہ ہو تو اس کو الگ گھر میں لے جاؤ۔ اس طرح تو خدمت کرنے کا ذریعہ ختم ہوجائے گا، تو کیا اس صورت میں بیوی سے یہ نہ کہا جائے کہ وہ ماں کی خدمت کرے یا اس صورت میں بھی اس کو الگ گھر میں لے جایا جائے؟ اگر ایسا ہو تو پھر ماں کی خدمت کیسے ہوگی؟ کیونکہ صرف حکم ماننے سے تو ماں کی خدمت نہ ہوگی۔

ج..... بیوی اگر اپنی خوشی سے شوہر کے والدین کی خدمت کرتی ہے تو یہ بہت اچھی بات ہے، اور بیوی کے لئے موجبِ سعادت۔ لیکن یہ اخلاقی چیز ہے، قانونی نہیں۔ اگر بیوی شوہر کے والدین سے الگ رہنا چاہے تو شوہر شرعی قانون کی رُو سے بیوی کو اپنے والدین کی خدمت پر مجبور نہیں کرسکتا۔

میاں بیوی کے درمیان تفریق کرانا گناہِ کبیرہ ہے

س..... شوہر کو اس کی بیوی سے بدظن کرنا کیسا فعل ہے؟

ج..... حدیث میں ہے کہ: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے۔'' (ابوداؤد ج:۱ ص:۲۹۶) اس سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے درمیان منافرت پھیلانا اور ایک دُوسرے سے بدظن کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور ایسا کرنے

والے کے بارے میں فرمایا کہ: ''وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں'' جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ فعل مسلمانوں کا نہیں۔ اور قرآنِ کریم میں میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرنے کو یہودی جادُوگروں کا فعل بتایا ہے۔

عورت کا مہر ادا نہ کرنے اور جہیز پر قبضہ کرنے والے شوہر کا شرعی حکم

س...... اگر مرد، عورت کا مہر ادا کرنے سے انکار کردے اور جہیز بھی جبراً اپنے قبضے میں کرلے تو اسلامی قوانین کیا کہتے ہیں؟

ج...... وہ ظالم اور جابر ہے، حکومت اس سے عورت کے یہ حقوق دِلوائے اور اس کو تعزیر بھی کرے۔

بے نمازی بیوی کا گناہ کس پر ہوگا؟

س...... اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ''اپنے اہل و عیال کو نماز کی تاکید کرو اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔'' اگر کوئی شخص خود پابندی سے نماز پڑھتا ہو اور اپنی بیوی کو نماز کی تاکید کرے اس کے باوجود بیوی نماز نہ پڑھے تو اس کا گناہ کس کو ملے گا؟ بیوی کو یا شوہر کو؟ مہربانی فرماکر میرے سوال کا جواب تفصیل سے دیں۔

ج...... شوہر کی تاکید کے باوجود اگر بیوی نماز نہ پڑھے تو وہ اپنے عمل کی خود ذمہ دار ہے، شوہر گنہگار نہیں، مگر ایسی نالائق عورت کو گھر میں رکھا ہی کیوں جائے؟

کیا شوہر مجازی خدا ہوتا ہے؟

س...... ایک ہفت روزہ میں ''مسائل'' کے کالم میں ایک عورت نے لکھا ہے کہ: ''اس کا شوہر بدصورت ہونے کی وجہ سے اسے ناپسند ہے، لہٰذا اس شخص کے ساتھ رہنے میں لغزش ہوسکتی ہے، اور وہ خلع چاہتی ہے، جبکہ اس عورت کے والدین کہتے ہیں کہ شوہر کو بدصورت کہنا گناہ ہوتا ہے۔'' تو اسے جواباً بتایا گیا کہ: ''شوہر کو خدا سمجھ لینے کا تصوّر ہندو عورتوں کا ہے، ورنہ اسلام میں نکاح طرفین کی خوشی سے ہوتا ہے اور اگر وہ عورت چاہے تو لغزش سے بچنے کے لئے خلع لے سکتی ہے، کیونکہ نکاح کا مقصد ہی معاشرتی بُرائی سے بچنا

ہے۔" اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی شوہر کو مجازی خدا سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو میں نے اب تک اپنی اطاعت گزار بیوی پر خود کو مجازی خدا اور باحیثیت مرد حاکم سمجھ کر جو ظلم کئے ہیں کیا میں گنہگار ہوا ہوں، یا اپنی لاعلمی کی وجہ سے بے قصور ہوں، یا مجھے اپنی بیوی سے معافی مانگنی ہوگی؟ کہ خدا مجھ کو معاف کردے یا میں حق پر ہوں اور یہ بات غلط ہے کہ شوہر کو مجازی خدا سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے؟

ج..... اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر حاکم بنایا ہے، مگر نہ وہ حقیقی خدا ہے اور نہ مجازی خدا۔ حاکم کی حیثیت سے اسے بیوی پر ظلم و ستم توڑنے کی اجازت نہیں، نہ اس کی تحقیر و تذلیل ہی روا ہے۔ جو شوہر اپنی بیویوں پر زیادتی کرتے ہیں وہ بدترین قسم کے ظالم ہیں۔ آپ کو اپنی بیوی سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنا چاہئے اور جو ظلم و زیادتی کر چکے ہیں اس کی تلافی کرنی چاہئے۔ شوہر کو خدائی منصب پر فائز سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہو تو ہو اسلام کا طریقہ بہرحال نہیں۔ البتہ عورت کو اپنے شوہر کی عزّت و احترام کا یہاں تک حکم ہے کہ اس کا نام لے کر بھی نہ پکارے، اور اس کے کسی بھی جائز حکم کو مسترد نہ کرے، اور اگر شوہر سے عورت کا دِل نہ ملتا ہو، خواہ شوہر کی بدصورتی کی وجہ سے، خواہ اس کی بدخلقی کی وجہ سے، خواہ اس کی بد دِینی کی وجہ سے، خواہ کسی اور وجہ سے، تو اس کو خلع لینے کی اجازت ہے۔

نافرمان بیوی کا شرعی حکم

س..... ہمارے پڑوس میں ایک کنبہ آباد ہے، ویسے تو میاں بیوی میں تعلقات نہایت اچھے تھے، میاں بے حد شریف ہے، ایک روز کسی بات پر بیوی نے ضد کی جو ناجائز قسم کی ضد تھی، میاں نے بہت صبر کیا مگر بیوی کی دوبارہ ضد پر میاں کو غصہ آگیا اور انہوں نے بیوی کو ایک تھپڑ مار دیا، بیوی نے اس پر میاں اور اس کے والدین کے لئے "کنجر" جیسا ناپاک لفظ استعمال کیا اور اپنے میکے چلی گئی۔ والدہ نے اس کے اس طرح آجانے پر ناراضگی کا اظہار کیا تو وہ پھر آگئی، مگر دونوں میں بات چیت نہیں ہے، اور نہ ہی بیوی میاں کو منانے کی کوشش کرتی ہے، واقعہ بالا پر قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی قیمتی رائے سے مستفید فرمائیں۔

ج......منہ پر تھپڑ مارنے کی حدیث شریف میں بہت سخت ممانعت آئی ہے، اس لئے شوہر نے بڑی زیادتی کی، عورت کی بے جا ضد پر شوہر کو اس طرح مشتعل نہیں ہونا چاہئے، اور اس نیک بخت نے جو تھپڑ کا جواب گندی گالی سے دیا یہ اس سے بھی زیادہ بُری بات تھی۔ عورت کے لئے شوہر کی بے ادبی جائز نہیں اور گالی گلوچ تو گناہِ کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ: ''تین آدمی ایسے ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے، نہ کوئی اور نیکی، ان تین میں سے ایک وہ عورت ہے جس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔'' ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''فرشتے ایسی عورت پر لعنت کرتے ہیں۔'' شوہر کو چاہئے کہ بیوی کی دِلجوئی کرے اور بیوی نے اگر جذبات میں نامناسب الفاظ کہہ دیئے تو اس کو اپنے میاں سے معافی مانگ لینی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی توبہ کرنی چاہئے۔

نافرمان بیوی سے معاملہ

س......بیوی اگر نافرمان ہو اور زبان دراز ہو، شوہر کا کہنا نہ مانتی ہو تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ میں قرآن شریف اور حدیث شریف کے مطابق عمل کر چکا ہوں، آخری صورت آپ بتادیں۔

ج......اسے اوّلاً نرمی اور اخلاق سے سمجھایئے، اگر نہ سمجھے تو معمولی تنبیہ سے کام لیں، اور اگر اس پر بھی نہ سمجھے تو اختیار ہے کہ طلاق دے دیں۔

حقوقِ زوجیت سے محروم رکھنے والی بیوی کی سزا

س...... اگر خاوند مسلسل نو، دس برس سے اپنی بیوی کے نان نفقہ اور جملہ اخراجات فراخ دِلی سے ادا کر رہا ہو اور بیوی نے اس سارے عرصے میں اپنے خاوند کو حقوقِ زوجیت سے محروم رکھا ہو تو اس کی شریعتِ محمدی میں کیا سزا ہے؟

ج......ایسی عورت جو بغیر کسی صحیح عذر کے شوہر کے حقوق ادا نہ کرے، اس کے لئے دُنیا میں تو یہ سزا ہے کہ شوہر اس کو طلاق دے سکتا ہے، اور آخرت میں ایسی عورت رحمت سے محروم ہوگی۔

والدہ کو تنگ کرنے والی بیوی سے کیا معاملہ کیا جائے؟

س..... میں نے چند سال قبل شادی کی اور شادی کے پہلے ہفتے ہی بیگم صاحبہ اور ساس صاحبہ نے ہاتھ دِکھانے شروع کردیئے، میری ماں بہت ہی عاجز ہے، میری بیوی نے اس کے ساتھ لڑنا شروع کردیا اور اس کے بعد گھر سے زیورات اور باقی سامان چوری کرکے میری والدہ کے ذمہ لگادیا جو کہ بعد میں میری بیوی اور اس کی والدہ سے برآمد ہوا۔ اس وجہ سے میں بھی دِلبرداشتہ ہوا اور وہ بھی گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کے ڈھائی سال بعد میں نے دُوسری شادی کرلی، جس سے ماشاء اللہ ایک بچہ بھی ہے، اس کے بعد برادری والوں نے پھر صلح صفائی کروادی، جب وہ واپس آئی تو پھر اس نے کچھ عرصہ بعد وہی لڑائی جھگڑا کھڑا کردیا جس کی وجہ سے مجھے دُوسری بیوی کو الگ کرنا پڑا، اب اس سے مجھے اولاد بھی کوئی نہیں ہے، وہ میری ماں کو بہت تنگ کرتی ہے یہاں تک کہ گالیاں دیتی ہے، اور اَب میں اس کو طلاق دینا چاہتا ہوں، اور میرے والد صاحب کہتے ہیں کہ طلاق نہ دو۔ کیا شرعی طور پر اس کو طلاق دُوں یا نہ دُوں؟ اور کیا اس میں والد صاحب کی نافرمانی تو نہیں ہوگی؟ یہ جواب قرآن وسنت کی روشنی میں دیں۔ یاد رہے کہ میری والدہ بس ہر وقت روتی رہتی ہیں۔

ج..... فقہاء نے یہ قاعدہ لکھا ہے کہ خدمت تو ماں کی مقدّم ہے اور حکم باپ کا مقدّم ہے، اگر آپ کے والد صاحب طلاق دینے سے مانع ہیں تو ان کا منشا بھی محض شفقت ہے، آپ والدہ کی تکلیف ان کی خدمت میں عرض کرکے ان سے طلاق دینے کی اجازت حاصل کرسکتے ہیں، یا مشورہ اور غور وفکر کے بعد والدہ کی تکلیف کا حل تلاش کرسکتے ہیں، مثلاً: اپنی اہلیہ کی رہائش کا بندوبست کرکے والدہ سے الگ کردیں۔ بہرحال جیسا کہ آپ نے لکھا ہے اگر آپ کی بیوی اطاعت شعار نہیں تو آپ اسے طلاق دے کر گنہگار نہیں ہوں گے، اِن شاء اللہ۔

آپ اپنے شوہر کے ساتھ الگ گھر لے کر رہیں

س..... میں آپ کا کالم اخبار ''جنگ'' جمعہ ایڈیشن میں پابندی سے پڑھتی ہوں،

اور آپ کے جواب سے بے حد متأثر ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ میری شادی کو ڈھائی سال ہوگئے ہیں، اس عرصے میں میرے سسرال والوں سے میری معمولی معمولی بات میں نہیں بنتی، ان لوگوں نے مجھے کبھی پیار محبت سے نہیں دیکھا اور میری بیٹی کے ساتھ بھی وہ لوگ بہت تنگ مزاج ہیں، بات بات پر طنز کرنا، کھانے کے لئے جھگڑا کرنا، کاروبار ہمارے یہاں مل کر کرتے ہیں اور تمام محنت میرے شوہر ہی کرتے ہیں، الحمدللہ ہمارے یہاں رزق میں بے حد برکت ہے۔ ڈھائی سال کے عرصے میں، میں کئی بار اپنی والدہ کے یہاں آگئی، اور ان لوگوں کے کہنے پر کہ اب کوئی جھگڑا نہیں ہوگا، بڑوں کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے والدین کا کہنا مانتے ہوئے میں معافی مانگ کر دوبارہ چلی جاتی۔ تھوڑے عرصے تک ٹھیک رہتا پھر وہی حال۔ اس بار بھی میرے شوہر اور ان کے والد میں معمولی بات پر جھگڑا ہوگیا اور میں مع شوہر اپنی والدہ کے یہاں ہوں۔ میرے شوہر اور میں دونوں چاہتے ہیں کہ ماں باپ کی دُعاؤں اور پیار محبت سے الگ مکان لے لیں، کاروبار سے الگ نہ ہوں، اس لئے کہ ماں باپ کی خدمت بھی ہو، وہ لوگ دوبارہ بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ہم کچھ نہیں کہیں گے، جیسے پہلے کہتے تھے۔ آپ بتایئے کہ جب گھر میں روز جھگڑا ہو تو برکت کہاں رہے گی؟ آپ ہمیں مشورہ دیں کہ کیا ہم الگ مکان لے لیں؟ ان مسائل کا حل بتایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اَجر دے گا اور میں تازندگی دُعا دیتی رہوں گی، میں بے حد دُکھی ہوں۔

ج..... آپ کا خط غور سے پڑھا، ساس، بہو کا تنازع تو ہمیشہ سے پریشان کن رہا ہے اور جہاں تک تجربات کا تعلق ہے اس میں قصور عموماً کسی ایک طرف کا نہیں ہوتا بلکہ دونوں طرف کا ہوتا ہے۔ ساس، بہو کی ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر تنقید کیا کرتی اور ناک بھوں چڑھایا کرتی ہے، اور بہو جو اپنے میکے میں ناز پروردہ ہوتی ہے، ساس کی مشفقانہ نصیحت کو بھی اپنی توہین تصوّر کرتی ہے، یہ دوطرفہ نازک مزاجی مستقل جنگ کا اکھاڑہ بن جاتی ہے۔

آپ کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ اگر آپ اتنی ہمت اور حوصلہ رکھتی ہیں کہ اپنی خوش دامن کی ہر بات برداشت کرسکیں، ان کی ہر نازک مزاجی کا خندہ پیشانی سے استقبال کرسکیں

اور ان کی کسی بات پر ''ہوں'' کہنا بھی گناہ سمجھیں تو آپ ضرور ان کے پاس دوبارہ چلی جائیں، اور یہ آپ کی دُنیا و آخرت کی سعادت و نیک بختی ہوگی۔ اس ہمت و حوصلے اور صبر و استقلال کے ساتھ اپنے شوہر کے بزرگ والدین کی خدمت کرنا آپ کے مستقبل کو لائقِ رشک بنا دے گا اور اس کی برکتوں کا مشاہدہ ہر شخص کھلی آنکھوں سے کرے گا۔

اور اگر اتنی ہمت اور حوصلہ آپ اپنے اندر نہیں پاتیں کہ اپنی رائے اور اپنی ''انا'' کو ان کے سامنے یکسر مٹا ڈالیں تو پھر آپ کے حق میں بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ الگ مکان میں رہا کریں۔ لیکن شوہر کے والدین سے قطع تعلق کی نیت نہ ہونی چاہئے، بلکہ یہ نیت کرنی چاہئے کہ ہمارے ایک ساتھ رہنے سے والدین کو جو اذیت ہوتی ہے اور ہم سے ان کی جو بے ادبی ہو جاتی ہے، اس سے بچنا مقصود ہے۔ الغرض اپنے کو قصوروار سمجھ کر الگ ہونا چاہئے، والدین کو قصوروار ٹھہرا کر نہیں، اور الگ ہونے کے بعد بھی ان کی مالی و بدنی خدمت کو سعادت سمجھا جائے، اپنے شوہر کے ساتھ میکے میں رہائش اختیار کرنا موزوں نہیں، اس میں شوہر کے والدین کی سبکی ہے۔ ہاں! الگ رہائش اور اپنا کاروبار کرنے میں میکے والوں کا تعاون حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

میں نے آپ کی اُلجھن کے حل کی ساری صورتیں آپ کے سامنے رکھ دی ہیں، آپ اپنے حالات کے مطابق جس کو چاہیں اختیار کر سکتی ہیں، آپ کی وجہ سے آپ کے شوہر کا اپنے والدین سے رنجیدہ و کبیدہ اور برگشتہ ہونا ان کے لئے بھی وبال کا موجب ہوگا اور آپ کے لئے بھی۔ اس لئے آپ کی ہر ممکن کوشش یہ ہونی چاہئے کہ آپ کے شوہر کے تعلقات ان کے والدین سے زیادہ سے زیادہ خوشگوار رہیں، اور وہ ان کے زیادہ سے زیادہ اطاعت شعار ہوں، کیونکہ والدین کی خدمت و اطاعت ہی دُنیا و آخرت میں کلیدِ کامیابی ہے۔

اولاد اور بیویوں کے درمیان برابری

س...... ایک آدمی نے ایک شادی کی، اس بیوی سے اس کے تین بچے ہوئے، اس کے بعد اس نے دوبارہ شادی کی اور دُوسری بیوی سے بھی اتنے ہی بچے ہوئے، اپنے پہلے بچوں کی نسبت دُوسرے بچوں کو اچھی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے پہلے بچوں کو اچھی نگاہ

سے نہیں دیکھتا، تمام اسلامی احکام کو پورا کرتا ہے اور بچوں کو برابر نہیں دیکھتا اور بیویوں کو بھی برابر نہیں دیکھتا، اس کے لئے کیا حکم ہے اور قیامت کے دن اس کی سزا کیا ہے؟

ج...... دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کے درمیان عدل اور برابری کرنا فرض ہے، حدیث میں ارشاد ہے کہ:

"عن أبی ھریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامة وشقہ ساقط. رواہ الترمذی وأبوداؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی."

(مشکوٰۃ، ص:۲۷۹)

ترجمہ:...... "جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری کا برتاؤ نہ کرے تو قیامت کے دن ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔"

البتہ اگر دونوں بیویوں کے حقوق برابر ادا کرے اور ان میں سے کسی کو نظر انداز نہ کرے مگر قلبی تعلق ایک کے ساتھ زیادہ ہو تو یہ غیر اختیاری بات ہے، اس پر اس کی گرفت نہیں ہوگی۔ اسی طرح اولاد کے ساتھ برابر کا برتاؤ ضروری ہے، لیکن محبت کم و بیش ہوسکتی ہے، جو غیر اختیاری چیز ہے۔ خلاصہ یہ کہ اپنے اختیار کی حد تک دونوں بیویوں کے درمیان، ان کی اولاد کے درمیان فرق کرنا، ایک کو نوازنا اور دُوسری کو نظر انداز کرنا حرام ہے، لیکن قلبی تعلق میں برابری لازم نہیں۔

کیا مرد اپنی بیوی کو زبردستی اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟

س...... کیا شوہر اپنی بیوی کو زبردستی اپنے پاس رکھ سکتا ہے جبکہ بیوی رہنے کو تیار نہ ہو؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، شوہر اسے جبراً رکھے ہوئے ہے، ایسے مردوں کے لئے اسلام میں کیا حکم ہے؟

ج...... نکاح سے مقصود ہی یہ ہے کہ میاں بیوی ساتھ رہیں، اس لئے شوہر کا بیوی

کو اپنے پاس رکھنا تقاضائے عقل وفطرت ہے، اگر بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو اس سے علیحدگی کرا لے۔

دُوسری بیوی سے نکاح کر کے ایک کے حقوق ادا نہ کرنا

س......ایک میری چچی جان ہے جو کہ بہت غریب ہے اور اس کا جو شوہر تھا اس نے دُوسری شادی کر لی ہے، وہ شوہر اپنی پہلی بیوی یعنی میری چچی کو کچھ بھی نہیں دیتا، میری عرض یہ ہے کہ یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

ج......آپ کے چچا کو حقوق کا ادا کرنا فرض ہے، جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اس کے ذمہ دونوں کے درمیان عدل کرنا لازم ہے۔

مرد اور عورت سے متعلق مسائل

عورت پر تہمت لگانے، مار پیٹ کرنے والے پڑھے لکھے پاگل کے متعلق شرعی حکم

س...... ایک آدمی پڑھا لکھا ہے، اسلامیات میں ایم اے کیا ہوا ہے، بیوی کو کوئی عزت نہیں دیتا، بیوی پر طرح طرح کے الزامات لگاتا ہے، ہر کام میں نقص نکالتا ہے، ہر نقصان کا ذمہ دار بیوی کو ٹھہراتا ہے، گندی گندی گالیاں بکتا ہے، بیوی کی پاک دامنی پر الزامات لگاتا ہے، بیوی کے رشتہ داروں کی پاک دامنی پر بھی الزامات لگاتا ہے، بیوی کو اس کے رشتہ داروں کے گھر جانے نہیں دیتا، بیوی کا دِل اگر چاہتا ہے کہ وہ بھی اپنے میکے میں کہیں جائے تو ڈر کی وجہ سے اجازت طلب نہیں کرتی، کیونکہ شوہر اس کے گھر والوں کا نام سنتے ہی آگ بگولہ ہو جاتا ہے اور چِلاّ چِلاّ کر اس کے گھر والوں کو گندی گندی گالیاں بکتا ہے، بیوی بے چاری مہینوں مہینوں اپنے گھر والوں کی صورت کو بھی ترس جاتی ہے، بے بس ہے، جب زیادہ یاد آتی ہے تو چپکے چپکے رو لیتی ہے، اور صبر و شکر کر کے خاموش ہو جاتی ہے۔ بیوی کے گھر والے اگر بلائیں تو (شوہر جو کہ شکی مزاج ہے) بیوی اور اس کے میکے والوں پر گندے گندے الزامات لگاتا ہے، کہتا ہے: ''تجھے بلا کر تیرے ماں باپ تجھ سے گندہ دھندہ کرواتے ہیں اور پیسہ خود کھاتے ہیں'' بات بات پر گالیاں دینا، پاک دامنی پر الزام لگانا، زیادہ غصہ آئے تو چہرے پر تھپڑوں کی بھرمار کرنا، گھر سے نکل جانے کی دھمکی دینا، شوہر کے

نزدیک بیوی کا حق روٹی، کپڑا اور مکان سے زیادہ نہیں ہے۔ جب شوہر کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو وہ بیوی سے معافی مانگتا ہے کہ ''میں نے غصے میں جو کچھ بھی کیا، تم معاف کر دو'' عورت بے چاری مجبور ہو کر معاف کر دیتی ہے۔ کچھ عرصے کی بات ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو گالیاں دیں اور بہت سے مردوں کے نام لے کر اس کی پاک دامنی پر الزام لگایا، یہاں تک کہ بیوی کے بھانجوں اور بھتیجوں تک کے ساتھ الزام لگانے سے باز نہ آیا، اس کے میکے والوں پر بھی گندے گندے الزامات لگائے، تین چار روز بعد بیوی سے کہا کہ: ''مجھے معاف کر دو'' بیوی نے کہا کہ: ''اب تو میں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی، کیونکہ آپ ہر بار معافی مانگنے کے بعد بھی یہی کرتے ہیں'' لیکن شوہر بارہا معافی مانگتا رہا اور اس نے یہاں تک وعدہ کیا کہ: ''دیکھو میں کعبۃ اللہ کی طرف ہاتھ اُٹھا کر حلفیہ تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ اب میں کبھی بھی تم پر اور تمہارے گھر والوں پر کوئی الزام نہیں لگاؤں گا'' بیوی نے معاف کر دیا، مگر ابھی اس معافی کو بمشکل دو ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ شوہر صاحب پھر وعدہ بھلا کر اپنی پرانی روش پر اُتر آئے، اب تو بیوی بالکل بھی معاف نہیں کرتی، شوہر جب بھی اس کی پاک دامنی پر الزامات لگاتا ہے تو بیوی چار بار آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھا کر چار گواہوں کی طرف سے اللہ کو گواہ بناتی ہے اور پانچویں بار اللہ کو گواہ بنا کر اپنی پاک دامنی پر لگائے ہوئے الزامات کا بدلہ اللہ کو سونپ دیتی ہے، کیونکہ کہتے ہیں کہ عورت کی پاک دامنی پر الزام کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے الزام لگانے والے پر ۸۰ دُرّوں کی سزا رکھی ہے، اب بیوی اپنے شوہر کی ہر بات صبر اور شکر سے سنتی ہے، اور خاموش رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو کہتی ہے کہ: ''اے اللہ! تو ہی انصاف سے میرے ساتھ کی جانے والی تمام حق تلفیوں کا بدلہ دُنیا اور آخرت میں لے لینا'' مولانا صاحب! اسلام کی بیٹی کیا اتنی گھٹیا اور حقیر ہے کہ جو ایک مرد کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر حلال کی گئی ہو اور وہ مرد اس کے اُوپر جیسا چاہے الزام لگائے اور اس کے میکے والوں کو یہ کہہ کر حقیر جانے کہ میں ان کی بیٹی بیاہ کر لایا ہوں اس لئے میری عزّت اور رُتبہ زیادہ ہے، اور بیٹی اور اس کے گھر والے مرد سے کم تر ہیں، ان کی کوئی عزّت نہیں، جس کے سامنے جو چاہے ان کو کہہ دیا جائے۔ کیا اسلام نے بیٹی

والوں کو اتنا حقیر بنادیا ہے (نعوذ باللہ) کہ وہ سنتِ رسول کو ادا کرکے ایک بیٹی اللہ اور اس کے رسول کے نام پر ایک مرد کے لئے حلال کردیں اور پھر بیٹی والے اور بیٹی زندگی بھر ان کے آگے جھکیں؟ کیا عورت کو (خاص کر اس کے منہ پر) زوردار تھپڑوں کی مار سے ناک اور منہ سے خون نکالنے کی اجازت ہے؟ جبکہ عورت اللہ کو حاضر اور ناظر جان کر اپنے تمام فرائض ایمان داری سے ادا کرتی ہو، اور وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر بھی نہ جاتی ہو، کیا ایسے شوہر کی عبادت قبول ہوسکتی ہے؟ کیا یومِ حساب اللہ تعالیٰ صابر بیوی کو اس کے شوہر سے تمام حقوق ادا کروائے گا جو کہ دُنیا میں اسے نہ ملے ہوں؟ کیونکہ اب بیوی یہی کہتی ہے کہ اب تو قیامت کے دن ہی حساب بے باق ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں ہوگا۔

ج...... اس شخص کے جو حالات آپ نے لکھے ہیں، ان کے نفسیاتی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ''پڑھا لکھا پاگل'' ہے، گالیاں بکنا، تہمتیں دھرنا، مار پیٹ کرنا، وعدوں سے پھر جانا، اور قسمیں کھا کھا کر توڑ دینا، کسی شریف آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔ جو شخص کسی پاک دامن پر بدکاری کا الزام لگائے اور اس پر چار گواہ پیش نہ کرسکے، اس کی سزا قرآنِ کریم نے ۸۰ دُرّے تجویز فرمائی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سب سے بڑے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے، اور جو شخص اپنی بیوی پر تہمت لگائے، بیوی اس کے خلاف عدالت میں لعان کا دعویٰ کرسکتی ہے، یعنی (تنسیخِ نکاح) نکاح ختم کرنے کا دعویٰ کرسکتی ہے، جس کی تفصیل یہاں ذکر کرنا غیرضروری ہے۔ اب اگر آپ اپنا معاملہ یوم الحساب پر چھوڑتی ہیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ کو ان تمام زیادتیوں کا بدلہ دِلائیں گے، اور اگر آپ دُنیا میں اس کے خلاف کارروائی کرنا چاہتی ہیں تو آپ کو عدالت سے رُجوع کرنا ہوگا کہ مظلوم لوگوں کے حقوق دِلانا عدالت کا فرض ہے۔ اس کے علاوہ آپ یہ بھی کرسکتی ہیں کہ دو چار شریف آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر اس سے طلاق لے لیں اور کسی دُوسری جگہ عقد کرکے شریفانہ زندگی بسر کریں۔ بہرحال اس پاگل کے فعل کو اسلام کی طرف منسوب کرنا اور یہ کہنا کہ ''اسلام کی بیٹی کیا اتنی گھٹیا اور حقیر ہے'' بالکل غلط ہے، اسلام کی تعلیم تو وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ارشاد میں ذکر فرمائی:

"خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لأهلي."

(مشکوٰۃ،ص:۲۸۱)

ترجمہ:...... ''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے سب سے اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے بڑھ کر اچھا ہوں۔''

عورت کے اِخراجات کی ذمہ داری مرد پر ہے

س...... کیا اسلام عورتوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ دفتروں میں مردوں کے دوش بدوش کام کریں؟ حالانکہ اسلام کہتا ہے کہ ان کا اصل گھر اور کام گھر میں ہے، جہاں ان کو رہ کر ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں، آخر یہ بات کہاں تک دُرست ہے؟

ج...... کما کر کھلانے کی ذمہ داری اسلام نے مرد پر ڈالی ہے، عورتیں اس بوجھ کو اُٹھا کر اپنے لئے خود ہی مشکلات پیدا کر رہی ہیں، بلاضرورتِ شدیدہ اسلام میں کمائی کے لئے غیر مردوں سے اختلاط کی اجازت نہیں ہے۔

بیوی کے اصرار پر لڑکیوں سے قطع تعلق کرنا اور حصے سے محروم کرنا

س...... میں نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دی، جس سے تین لڑکیاں ہیں، اور میں نے ان کی شادی بھی کردی، اب میں یہ چاہتا ہوں کہ میری جائیداد میں یہ لڑکیاں حق دار نہ رہیں، اور تعلق تو میں نے پہلے ہی ختم کرلیا ہے، کیونکہ میری بیوی کی خواہش یہی ہے، کیا میرا یہ فیصلہ شریعت کے عین مطابق ہوگا؟

ج...... بیٹیوں سے قطع تعلق؟ توبہ کیجئے...! یہ سخت گناہ ہے، اسی طرح ان کو جائیداد سے محروم کرنے کی خواہش بھی سخت گناہ ہے۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو وارث بنایا ہے، بیوی کے اصرار پر اس کو محروم کرنے کی کوشش کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو بیوی خدا اور رسول سے زیادہ عزیز ہے۔ حکومتِ وقت اس پر سخت سزا و تعزیر کے احکامات جاری کرسکتی ہے۔

باوجود کمانے کی طاقت کے بیوی کی کمائی پر گزارا کرنا

س...... کیا مردوں کو عورتوں کی کمائی کھانے کی اجازت ہے؟ مثلاً: کسی کی بیوی کما کر لاتی ہے اور مرد باوجود تندرستی کے نکما ہے، کماتا نہیں، تو ایسے شخص کو بیوی کی کمائی حلال ہے؟ یا کسی نوجوان کی بہن کماتی ہے اور وہ بیٹھ کھاتا ہے، تو کیا ایسے جوان کو بہن کی لائی ہوئی تنخواہ میں سے خرچ کرنے کا حق ہے؟

ج...... عورتوں کے معاش کا ذمہ دار مردوں کو بنایا گیا ہے، مگر عورتوں نے یہ بوجھ خود اُٹھانا شروع کر دیا، اور تساہل پسند مردوں کو ایک اچھا خاصا ذریعہ روزگار مل گیا، جب عورت اپنی خوشی سے کما کر لاتی ہے اور مردوں پر خرچ کرتی ہے، ان کے لئے کیوں حلال نہیں؟

بیوی کو خرچہ نہ دینا اور بیوی کا رَدِّعمل نیز گھر میں سودی پیسے کا استعمال

س...... میرے میاں اپنا پیسہ سودی بینک میں مختلف اسکیموں پر لگاتے ہیں اور اس کا منافع ہر مہینے جو ہوتا ہے اس کو بھی گھر کے خرچ میں لگا دیتے ہیں۔ والد صاحب کے سائے سے بچپن سے محروم ہو گئے اور اس زمانے میں لڑکیوں کی شادی ایک مسئلہ ہے، تو پھر میرے گھر والوں نے یہ شادی کر دی، میرے میاں کی ملازمت حبیب بینک میں بہ حیثیت آڈٹ آفیسر ہے، ایک تو بینک کی نوکری اور اُوپر سے سود کی اسکیموں میں لگایا ہوا پیسہ، یہ تمام پیسہ مجھ پر اور میرے بچوں پر خرچ ہوتا ہے۔ ۱- اس پیسے کے کھانے سے میری نماز، میرا کھانا دُرست ہے؟ ۲- اسی پیسے سے میں اپنے زیور کی زکوٰۃ ادا کرتی ہوں، کیا وہ دُرست ہے؟

ج...... سود تو حرام ہے، آپ ایسا کیا کریں، ہر مہینے کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر کا خرچ چلایا کریں اور آپ کے میاں اپنی رقم سے غیر مسلم کا وہ قرض ادا کر دیا کریں۔

مقروض شوہر کی بیوی کا اپنی رقم خیرات کرنا

س...... ایک شخص پانچ ہزار روپے کا مقروض ہے، اور یہ قرضِ حسنہ لیا ہوا ہے، اس کی بیوی کے پاس تقریباً تین ہزار روپے کا زیور ہے، اب بیوی چاہتی ہے کہ ۱۵۰۰

روپے کے زیورات بیچ کر گاؤں میں ایک کنواں کھدوائے، لیکن اس کے میاں کا اصرار ہے کہ یہ پندرہ سو روپے کنویں پر خرچ کرنے کے بجائے میرا قرض ادا کردو، بیوی کہتی ہے کہ یہ میرا حق ہے، میں جہاں چاہوں خرچ کرسکتی ہوں، اس کا ثواب مجھے ضرور ملے گا، اور خاوند کہتا ہے کہ میاں اگر مقروض ہو تو اس کی بیوی کو خیرات کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ کیا بیوی اپنے زیورات کو فروخت کر کے اس رقم کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرسکتی ہے یا خاوند کی اطاعت اس کے لئے ضروری ہے؟

ج...... اگر زیور بیوی کی ملکیت ہے تو وہ جس طرح چاہے اور جہاں چاہے خیرات کرسکتی ہے، شوہر کا اس پر کوئی حق نہیں۔ لیکن حدیثِ پاک میں ہے کہ عورت کے لئے بہتر صدقہ یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر اور بال بچوں پر خرچ کرے۔ اس لئے میں اس نیک بی بی کو جو پندرہ سو روپے خرچ کرنا چاہتی ہے، مشورہ دُوں گا کہ وہ اپنے سارے زیور سے اپنے شوہر کا قرضہ ادا کردے، اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوجائیں گے اور اس کو جنت میں بہترین زیور عطا کریں گے۔

مرد اور عورت کی حیثیت میں فرق

س...... کیا اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کے غم کم کرنے کے لئے پیدا کیا ہے؟ جیسے مرد حضرات کا دعویٰ ہے کہ عورت کی کوئی حیثیت نہیں، اسے اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے پیدا کیا ہے۔

ج...... اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کی بقا کے لئے انسانی جوڑا بنایا ہے، اور دونوں کے دِل میں ایک دُوسرے کا اُنس ڈالا ہے اور دونوں کو ایک دُوسرے کا محتاج بنایا ہے، میاں بیوی ایک دُوسرے کے بہترین مونس و غم خوار بھی ہیں، رفیق و ہم سفر بھی ہیں، یار و مددگار بھی ہیں۔ عورت مظہرِ جمال ہے، اور مرد مظہرِ جلال، اور جمال و جلال کا یہ آمیزہ کائنات کی بہار ہے، دُنیا میں مسرتوں کے پھول بھی کھلاتا ہے، ایک دُوسرے کے دُکھ درد بھی بٹاتا ہے، اور دونوں کو آخرت کی تیاری میں مدد بھی دیتا ہے۔ فطرت نے ایک کے نقص کو دُوسرے کے

ذریعے پورا کیا ہے، ایک کو دُوسرے کا معاون بنایا ہے، عورت کے بغیر مرد کی ذات کی تکمیل نہیں ہوتی، اور مرد کے بغیر عورت کا حسنِ زندگی نہیں نکھرتا۔ اس لئے یک طرفہ طور پر یہ کہنا کہ عورت کو صرف مرد کے لئے پیدا کیا، ورنہ اس کی کوئی حیثیت نہیں، غلط ہے۔ ہاں! یہ کہنا صحیح ہے کہ دونوں کو ایک دُوسرے کا غم خوار و مددگار بنایا ہے۔

س...... میں نے اکثر جگہ پڑھا ہے کہ مرد اچھی عورت کی طلب کرتے ہیں اور نیک بیوی چاہتے ہیں، اکثر اپنی پسند کی شادی بھی کرتے ہیں، کیونکہ وہ مرد ہیں، کیا یہ ٹھیک کرتے ہیں؟

ج...... نیک اور اچھے جوڑے کی خواہش دونوں کو ہے، اور پسند کی شادی بھی دونوں کرتے ہیں، میں تو اس کا قائل ہوں کہ اپنے بزرگوں کی پسند کی شادی کی جائے۔

س...... کیا عورت اپنے لئے اچھے، نیک شوہر کی خواہش نہ کرے؟ عورت کسی ایسے شخص کو پسند کرتی ہے اور اس سے عزّت سے شادی کرنے کی خواہش رکھتی ہے، تو اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کیونکہ ہمارے معاشرے میں ایسی حرکت عورت کو زیب نہیں دیتی، جبکہ مرد اپنی خواہش پوری کرسکتا ہے۔

ج...... اُوپر لکھ چکا ہوں، اکثر لڑکیاں کسی شخص کو پسند کرنے میں دھوکا کھالیتی ہیں، اپنے خاندان اور کنبے سے پہلے کٹ جاتی ہیں، ان کی محبت کا ملمع چند دنوں میں اُتر جاتا ہے، پھر نہ وہ گھر کی رہتی ہیں، نہ گھاٹ کی۔ اس لئے میں تمام بچیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ شادی دستور کے مطابق اپنے والدین کے ذریعے کیا کریں۔

س...... میں نے اکثر جگہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خواہش کی تھی جو کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرلی تھی۔

ج...... صحیح ہے۔

س...... اگر آج ایک نیک مؤمن عورت کسی نیک شخص سے شادی کی خواہش

کرے تو اس میں کوئی بُرائی تو نہیں ہے، جبکہ عورت اپنی خواہش بیان نہ کرسکتی ہو تو کیا کرے؟ کیونکہ اگر بیان کرتی ہے تو والدین کی، بھائیوں کی عزّت کا مسئلہ بن جاتا ہے، اگر والدین کی بات مانے تو اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرنا ہوگا۔

ج..... اس کی صورت یہ ہے کہ خود یا اپنی سہیلیوں کے ذریعے اپنی والدہ تک اپنی خواہش پہنچادے، اور یہ بھی کہہ دے کہ میں کسی بے دِین سے شادی کرنے کے بجائے شادی نہ کرنے کو ترجیح دُوں گی، اور اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی کرتی رہے۔

س..... اگر عورت اپنی خواہش سے شادی کر بھی لے تو یہ مرد حضرات طعنہ دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں، جبکہ عورت کم ہی ایسا کرتی ہوگی، ایسے حضرات کے بارے میں آپ کیا جواب دیں گے؟

ج..... جی نہیں! شریف مرد کبھی اپنی بیوی کو طعنہ نہیں دے گا، اسی لئے تو میں نے اُوپر عرض کیا کہ آج کل کچی عمر اور کچی عقل کی لڑکیاں محبت کے جال میں پھنس کر اپنی زندگی برباد کرلیتی ہیں، نہ کسی کا حسب ونسب دیکھتی ہیں، نہ اخلاق وشرافت کا امتحان کرتی ہیں، جبکہ لڑکی کے والدین زندگی کے نشیب وفراز سے بھی واقف ہوتے ہیں، اور یہ بھی اکثر جانتے ہیں کہ لڑکی ایسے شخص کے ساتھ نباہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اس لئے لڑکی کو چاہئے کہ والدین کی تجویز پر اعتماد کرے، اپنی ناتجربہ کاری کے ہاتھوں دھوکا نہ کھائے۔

شوہر کی تسخیر کے لئے ایک عجیب عمل

س..... میری شادی کو دو سال ہوئے ہیں، مجھے شادی سے پہلے کچھ سورتیں، کچھ دُعائیں اور آیات وغیرہ پڑھنے کی عادت تھی، اب وہ ایسی عادت ہوگئی ہے کہ پاکی، ناپاکی، کا کچھ خیال نہیں رہتا اور وہ زبان پر ہوتی ہیں۔ خیال آنے پر رُک جاتی ہوں، مگر پھر وہی۔ اس لئے آپ سے یہ بات پوچھ رہی ہوں کہ اگر کسی گناہ کی مرتکب ہورہی ہوں تو آگاہی ہوجائے۔ اس کے علاوہ میں اپنے شوہر کی طرف سے بہت پریشان ہوں، مجھے بہت پریشان کرتے ہیں، کوئی توجہ نہیں دیتے، ہم دونوں میں آپس میں ذہنی ہم آہنگی کسی طور نہیں

ہے، بہت کوشش کرتی ہوں، لیکن بے انتہا شکی ہیں۔

ج…… ناپاکی کی حالت میں قرآنی دُعائیں تو جائز ہیں، مگر تلاوت جائز نہیں، اگر بھول کر پڑھ لیں تو کوئی گناہ نہیں، یاد آنے پر فوراً بند کردیں۔

شوہر کے ساتھ ناموافقت بڑا عذاب ہے، لیکن یہ عذاب آدمی خود اپنے اُوپر مسلط کرلیتا ہے، خلافِ طبع چیزیں تو پیش آتی ہی رہتی ہیں، لیکن آدمی کو چاہئے کہ صبر و تحمل کے ساتھ خلافِ طبع باتوں کو برداشت کرے، سب سے اچھا وظیفہ یہ ہے کہ خدمت کو اپنا نصب العین بنایا جائے، شوہر کی بات کا لوٹ کر جواب نہ دیا جائے، نہ کوئی چبھتی ہوئی بات کی جائے، اگر اپنی غلطی ہو تو اس کا اعتراف کر کے معافی مانگ لی جائے۔ الغرض! خدمت و اطاعت، صبر و تحمل اور خوش اخلاقی سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں۔ یہی عملِ تسخیر ہے، جس کے ذریعے شوہر کو رام کیا جاسکتا ہے، اس سے بڑھ کر کوئی عملِ تسخیر مجھے معلوم نہیں۔ اگر بالفرض شوہر ساری عمر بھی سیدھا ہو کر نہ چلے تو بھی عورت کو دُنیا و آخرت میں اپنی نیکی کا بدلہ دیر، سویر ضرور ملے گا، اور اس کے واقعات میرے سامنے ہیں۔ اور جو عورتیں شوہر کے سامنے تڑتڑ بولتی ہیں ان کی زندگی دُنیا میں بھی جہنم ہے، آخرت کا عذاب تو اَبھی آنے والا ہے۔ بہن بھائیوں کے لئے روزانہ صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر دُعا کیا کیجئے۔

قصور آپ کا ہے

س…… ڈھائی تین سال ہوئے، ایک شادی کی تقریب میں جبکہ میں چند قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا گھر کے وارانڈے میں، میری چھوٹی سالی کے لڑکے نے مجھ سے بہت بدتمیزی اور بے ادبی کی، جس پر پاس بیٹھے ہوئے عزیزوں نے بھی میری طرف تمسخرانہ نظروں سے دیکھا، مجھے بہت سبکی محسوس ہوئی، مگر وقت کی نزاکت کی وجہ سے خاموش رہا، اور صرف اپنی اہلیہ سے اس کا ذکر کیا۔ سال بھر تک میں خاموش رہا اور اس انتظار میں رہا کہ میری چھوٹی سالی، اہلیہ یا چھوٹی سالی کا لڑکا خود آکر مجھ سے اپنی بے ادبی اور بدتمیزی کی معذرت کرے گا، مگر وہ لوگ ہمارے گھر برابر آتے رہے۔ اہلیہ کو تو اس بے

ادبی کا بالکل احساس نہیں، وہ لڑکا بھی آتا اور میرے سامنے سے اپنی خالہ کے پاس چلا جاتا، دونوں ماں بیٹے نے کبھی مجھے سلام تک نہیں کیا۔ خیر ایک سال یونہی گزر گیا۔ ایک روز وہ لڑکا آیا اور میری اہلیہ سے باتیں کرکے جب جانے لگا تو میں نے اس کو روک کر کہا کہ آئندہ اس گھر میں نہ آنا، اس پر وہ بہت سیخ پا ہوا اور کہا کہ: ''میں آؤں گا، دیکھتا ہوں کون میرا کیا بگاڑ سکتا ہے؟'' میری اہلیہ یہ سب سنتی رہیں مگر خاموش رہیں۔ ۱۵رمئی ۱۹۹۴ء کی صبح ساڑھے آٹھ بجے مجھے عارضۂ قلب ہوا، میں صوفے پر لیٹ گیا اور اس مرض کی گولی زبان کے نیچے رکھی، چار گولیاں رکھنے پر افاقہ ہوا، اور درد کی شدّت کم ہوئی، اسی دوران میری چھوٹی سالی آئیں اور اپنی بہن سے باتیں کرنے لگیں، دن بھر رہیں مگر میرے بارے میں بالکل لاتعلقی ظاہر کی، حالانکہ میں نے جو مجھ سے ہوسکا، ان لوگوں کی بہت مدد کی ہے، میں نہیں چاہتا کہ اس کو ظاہر کروں۔ شام کو چھوٹی سالی کا لڑکا ماں کو لینے آیا، اس کو دیکھ کر مجھے بے حد غصہ آیا اور سخت کلامی بھی ہوئی، لڑکا بھی برابر جواب دیتا رہا، مگر نہ اس کی ماں، نہ میری اہلیہ اور نہ ہی میرے صاحبزادے کچھ بولے، وہ لوگ چلے گئے اور آدھ گھنٹے بعد چھوٹی سالی کی لڑکی نے میری اہلیہ کو فون کیا اور نہ معلوم میرے متعلق کیا کیا کہا کہ میری اہلیہ نے مجھ کو سخت بُرا بھلا کہا اور مجھ سے طلاق مانگی اور گھر سے نکل جانے کو کہا، میں نے کہا: ''آپ خلع لے لیں، طلاق تو میں نہیں دُوں گا'' اس سے بھی کافی تلخ کلامی ہوئی اور مجھ سے یہاں تک کہا کہ: ''میرے لئے اب اچھا نہیں ہوگا'' اس دن سے میری اہلیہ کی بھی مجھ سے بات چیت بند ہے، میں برابر جو میرا فرض ہے یعنی پنشن وغیرہ ان کو دے رہا ہوں۔ آپ سے عرض ہے کہ ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور ہم دونوں میں بالکل بات چیت بند ہے، اس سلسلے میں شرع کے کیا اَحکامات ہیں؟ میں بہت ممنون ہوں گا، بہت ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوں۔

ج...... شریعت کا حکم یہ ہے کہ دونوں میاں بیوی پیار و محبت سے رہیں، ایک دُوسرے کے حقوقِ واجبہ ادا کریں، اور اگر نہیں کرسکتے تو علیحدگی اختیار کرلیں۔ سالی کے لڑکے کی وجہ سے آپ نے اپنا معاملہ بگاڑ لیا، اگر وہ بے ادب تھا تو آپ اس کو منہ نہ لگاتے،

آپ کے معاملات تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے بیوی بچوں کے دِل میں گھر نہیں کر سکے، ایک سال سے گفتگو بند ہے، مگر نہ آپ نے بیوی سے پوچھا، نہ بیوی نے آپ سے، نہ صاحبزادے نے دونوں سے، گناہگار تو آپ کی بیوی زیادہ ہے، لیکن اصل قصور آپ کی سخت طبعی کا ہے، جو کسی کے ساتھ بھی نہ بن سکی۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ حسنِ سیرت، حسنِ اخلاق، حسنِ معاملات اور حسنِ دِل ربائی کا معاملہ کریں، پھر نہ آپ کو بیوی سے شکایت رہے گی، نہ اس کی بہن سے، نہ بھانجے سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے حق میں سب سے اچھا ہو، اور میں اپنے اہلِ خانہ کے حق میں سب سے اچھا ہوں۔'' (مشکوٰۃ ص:۲۸۱)

شوہر کا ظالمانہ طرزِ عمل

س...... آٹھ برس قبل ایک متشدّد شوہر نے بہت زیادہ مار پیٹ کر اپنی بیوی کو آدھی رات کو گھر سے باہر گلی میں پھینک دیا، جہاں اسے پڑوس کی بزرگ عورتوں نے گالی گلوچ کی آوازیں سن کر پناہ دی، اور اس کے (عورت کے) ماں باپ کے گھر خبر بھجوادی، دریں اثنا شوہر نے اپنے بڑے بھائی اور بڑی بہن کو ساتھ لے کر عورت کو اس کے چار چھوٹے بچوں سمیت اس کے نانا کے گھر پہنچادیا، ایک بچی اس وقت پیٹ میں تھی، بہر حال یہ مظلوم عورت ننھیال سے اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ گئی، عورت کے خاندان کی طرف سے مصالحت کی درخواستیں بلاشنوائی شوہر کے خاندان نے رَدّ کردیں، اور دو تین برس بعد شوہر نے دو طلاقیں اپنی بیوی کو دے دیں، اس وقت اس کے پانچ بچے بھی ننھیال یعنی عورت کے ماں باپ کے پاس رہتے تھے۔ عدّت شوہر نے گزار دی اور بچوں کا خرچہ (بہت ہی معمولی) بھجوانا شروع کردیا، کبھی نہ شوہر (بچوں کا باپ) ملنے یا بچوں کو دیکھنے آیا، نہ ہی اس کے خاندان کا کوئی رحم دِل فرد یا بزرگ آیا، یہ لوگ عجیب روایتی لڑکی والوں کو نفرت سے دیکھنے والا خاندان ثابت ہوئے، اب صورتِ حال یہ ہے کہ بچوں کے لئے باپ خرچہ کبھی بھیجتا تھا،

کبھی نہیں، لہٰذا بڑے بچے نے ڈاکیے سے کہہ کر واپس کر دیا، اور پھر بالکل ہی بند ہوگیا۔ نکاح پر بطورِ مہر معجّل دیا ہوا ہار (تین ہزار مالیت کا) گھر سے نکالتے وقت شوہر نے چھین لیا تھا، اسی طرح اس کے جہیز کی تمام چیزیں جو بوقتِ شادی شوہر کی بہنوں نے دیکھ دیکھ کر پوری لی تھیں، ان میں سے کچھ بھی واپس تک نہیں کیا ہے۔ کہتے ہیں: "ہم نے تین طلاق نہیں دی، لہٰذا معاملہ ہماری طرف سے بند نہیں ہوا، مطلقہ خلع لے۔" آپ جانتے ہیں عدالتوں میں شرفاء اور دِین دار نہیں جانا چاہتے، اس مرد نے دُوسری شادی کی ہوئی ہے اور وہاں سے اس کی بچی بھی ہے (بچوں کو اس کا کارڈ آیا تھا) اب آپ ہی مشورہ دیں کہ یہ مطلقہ مظلوم عورت کو کیا کرنا چاہئے؟

ج…… شرعی حکم: "امساک بمعروف أو تسریح بإحسان" کا ہے، یعنی عورت کو رکھو تو دستور کے مطابق رکھو، اور اگر نہیں رکھنا چاہتے تو اسے خوش اُسلوبی کے ساتھ چھوڑ دو۔ آپ نے جو المناک کہانی درج کی ہے، وہ اس حکمِ شرعی کے خلاف ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ شوہر کو عورت کی کسی غلطی پر غصہ آیا ہوگا، لیکن شوہر نے غصّے کے اظہار کا جو انداز اختیار کیا ہے، وہ فرعونیت کا مظہر ہے۔

۱:…… آدھی رات کو مار پیٹ کر اور گالم گلوچ کر کے گھر سے باہر پھینک دینا، دورِ جاہلیت کی یادگار ہے، اسلام ایسے غیرانسانی اور ایسے غیرشریفانہ فعل کی اجازت نہیں دیتا۔

۲:…… عورت کو بغیر طلاق کے اس کے چار پانچ بچوں سمیت اس کے نانا کے گھر بٹھا دینا بھی اُوپر کے درج کردہ شرعی حکم کے خلاف ہے۔

۳:…… عورت کے میکے والوں کی مصالحانہ کوشش کے باوجود نہ مصالحت کے لئے آمادہ ہونا، اور نہ طلاق دے کر فارغ کرنا بھی حکمِ شرعی کے خلاف تھا۔

۴:…… عورت کو دیا ہوا مہر ضبط کر لینا اور اس کے جہیز کے سامان کو روک لینا بھی صریحاً ظلم و عدوان ہے، حالانکہ دو تین سال بعد شوہر نے طلاق بھی دے دی، اس کے بعد اس کے مہر اور جہیز کو روکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

۵:…… بچے تو شوہر کے تھے اور ان کا نان نفقہ ان کے باپ کے ذمے تھا، مگر

طویل عرصے تک بچوں کی خبر تک نہ لینا، نہ ان کے ضروری اِخراجات کی کفالت اُٹھانا بھی غیرانسانی فعل ہے۔ یہ مظلوم عورت اگر عدالت سے رُجوع نہیں کرنا چاہتی تو اس معاملے کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے، اس سے بہتر انصاف کرنے والا کون ہے؟ حق تعالیٰ اس کی مظلومیت کا بدلہ قیامت کے دن دِلائیں گے اور یہ غاصب اور ظالم دُنیا میں بھی اپنے ظلم و عدوان کا خمیازہ بھگت کر جائے گا، حدیث شریف میں ہے کہ:

"ان الله ليملى الظالم حتّٰى اذا أخذه لم يفلتهٗ."

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۴۳۵)

ترجمہ:...... "اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں، لیکن جب پکڑتے ہیں تو پھر چھوڑتے نہیں۔"

شوہر اگر زندہ ہو اور یہ تحریر اس کی نظر سے گزرے، تو میں اس کو مشورہ دُوں گا کہ اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا اس پر برسنا شروع ہو، اس کو ان مظالم کا تدارک کرلینا چاہئے۔

بیوی کی محبت کا معیار

س...... میری شادی میری کزن سے ہوئی ہے، شادی سے پہلے میں اپنی بیوی سے محبت کرتا تھا، اس کی وجہ صرف اور صرف اس کا باپردہ اور باکردار ہونا تھا۔ ہمارے درمیان شادی سے پہلے کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی، لیکن شادی سے پہلے وہ بھی مجھے پسند کرتی تھی، یہ بات ہم دونوں جانتے تھے۔ شادی ہمارے والدین نے اپنی پسند اور خوشی سے طے کی تھی، شادی کے بعد جب میری بیوی گھر میں آئی تو مجھے بے حد خوشی ہوئی، لیکن شادی کے بعد میری بیوی کا رویہ میرے ساتھ ایک محبت کرنے والی بیوی کا نہیں رہا ہے۔ ہماری شادی کو سات سال ہونے والے ہیں، شادی کے بعد سے آج تک میری بیوی کا رویہ میرے ساتھ کبھی بھی ایک دوست، ایک محبت اور اُلفت رکھنے والی بیوی کا نہیں رہا، بلکہ مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے ساتھ کسی مجبوری میں رہ رہی ہے، اور اس کو مجھ سے کوئی لگاؤ نہیں ہے، نہ میری کسی خوشی اور کسی غم میں اپنے دِل اور چاہت کے ساتھ شریک ہوتی ہے۔ ہر انسان جب پریشان ہوتا

ہے تو یہ چاہتا ہے کہ کم از کم اس کی بیوی اس کے غم اور پریشانی میں اس کا ساتھ دے، اور وہ گھر میں آئے تو اس کا خوش دِلی سے استقبال کرے۔ میرے ساتھ معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے، بلکہ وہ تو میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتی، ہمارے درمیان کسی بھی قسم کی بات چیت نہ ہونے کے برابر ہے، وہ میرے تمام کام ایک مشین کی طرح انجام دیتی ہے، اور جلد از جلد مجھ سے جان چھڑانا چاہتی ہے۔ انسان شادی اس لئے کرتا ہے کہ جہاں اسے محبت کرنے والا دوست ملے گا، وہاں اس سے اپنے تمام فطری تقاضے بھی پورے کر سکے گا، میری بیوی کی صحت اچھی ہے، لیکن اس کے دِل میں میرے لئے محبت بالکل نہیں ہے، اگر جنسی خواہش نہ ہو تو انسان محبت سے تو پیش آسکتا ہے۔ جناب مولانا صاحب! میری بیوی میرے ساتھ رہنا تو چاہتی ہے لیکن ایک بیوی کی طرح نہیں بلکہ ایک خادم کی طرح۔ میں حساس آدمی ہوں اور اس مسئلے پر بہت سوچتا ہوں، اور رات، رات بھر جاگتا رہتا ہوں، لیکن کوئی حل نظر نہیں آتا۔ جناب مولانا صاحب! میں خود بھی پردے کا بڑا قائل ہوں، میں نے اپنی جائز اور حلال آمدنی سے اپنی اور بیوی بچوں کی ضروریات کا پورا خیال رکھا ہے، اور خاص کر اپنی بیوی کی تمام جائز ضروریات بڑے اچھے طریقے سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جناب! کسی کو سمجھنے کے لئے سات سال کا عرصہ بہت ہوتا ہے، لیکن جب کسی کو آپ سے محبت ہی نہ ہو تو آپ کو کس طرح سمجھ میں آئے گا؟ اگر کوئی تکلیف ہو تو اس کے بارے میں بات کی جائے تو معلوم ہو کہ اس کو مجھ سے کیا تکلیف ہے؟ میں نے جب بھی اپنی بیوی سے معلوم کیا کہ تم کو میری ذات سے کوئی تکلیف یا شکایت ہے تو بتاؤ؟ اس کا ہر بار یہی جواب ہوتا ہے کہ آپ دُوسری شادی کرلو۔ ایک عورت خود یہ کہے کہ تم دُوسری شادی کرلو، تو اس سے میں کیا سمجھوں؟ جناب مولانا صاحب! سارا دن کاروباری مصروفیات کے بعد جب گھر پر آتا ہوں تو گھر آکر اپنی بیوی کے رویے کی وجہ سے اب میں ذہنی طور پر کمزور ہوتا جارہا ہوں۔ جناب مولانا صاحب! شریعت کے حوالے سے میری رہنمائی فرمائیں اور مجھے کوئی وظیفہ بھی بتائیں کہ مجھے گھریلو سکون نصیب ہو، اور میری بیوی مجھ سے محبت کرنے لگے اور اپنے بچوں پر بھی توجہ دے، اور میرے لئے پہلے آپ ''اِستخارہ'' بھی کریں اور دُعا بھی کریں۔ جناب مولانا صاحب! مجھے اُمید ہے کہ آپ اپنے

بیٹے کی طرح میری رہنمائی فرمائیں گے اور جلد از جلد مجھے اس پریشانی کا کوئی حل بھی بتائیں گے۔

ج......آپ نے اپنی چاہت کی شادی کی، اس کے باوجود وہ آپ کے بلند ترین ''معیار'' پر پوری نہیں اُتری، اس پر قصور اس غریب کا نہیں، بلکہ آنجناب کے بلند معیار کا ہے، چونکہ وہ عورت ذات ہے، آپ کے معیار کی بلندیوں کو چھونے سے قاصر ہے، اس لئے آپ کو شکایت ہے، اس مسکین کو کوئی شکایت نہیں، اس کا علاج یہ ہے کہ آپ اپنے معیار کو ذرا نیچا کیجئے۔

۱:......کون سی بیوی ہوگی جس کو اپنے میاں کے رنج و خوشی سے کوئی تعلق نہ ہو؟ مگر اس کا اظہار ہر شخص کے اپنے پیمانے سے ہوتا ہے، کوئی ڈھول کی طرح اظہار کرتا ہے، کوئی ہارمونیم کی نہایت ہلکی سی آواز میں، اور کوئی سب کچھ اپنے نہاں خانۂ دِل میں چھپالیتا ہے، کسی کو خبر ہی نہیں کہ اس کے دِل پر کیا گزر رہی ہے؟ اب ہارمونیم کی نہایت خفیف اور سریلی آواز کو ڈھول کی آواز میں کیسے تبدیل کیا جائے...؟

۲:......آپ گھر تشریف لاتے ہیں تو آپ کا جوپُر جوش استقبال نہیں ہوتا، کچھ معلوم ہے کہ وہ بے چاری گھر کے کاموں میں کتنی مصروف رہی؟ ذرا ایک دن گھر کا چارج خود لے کر اس کا تجربہ کرلیجئے...!

۳:......وہ آپ کے تمام کام مشین کی طرح انجام دیتی ہے اور چالو مشین کی آپ کے دِل میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ کھانا پکانے کے لئے ایک خانساماں رکھئے، گھر کی صفائی وغیرہ کے لئے ایک خادمہ رکھئے، کپڑے دھونے کے لئے ایک لانڈری رکھئے، بچوں کی نگہداشت کے لئے ایک اَنّا رکھئے اور گھر کی نگرانی کے لئے ایک چوکیدار مقرّر کیجئے، ان تمام ملازمین کی فوج کے باوجود گھر کا نظم و نسق ایسا نہیں چلے گا جیسا کہ یہ مشین چلا رہی ہے، لیکن آپ کے ذہنی معیار میں اس کی ان خدمات کی کوئی قیمت نہیں...!

۴:......سات سال کا عرصہ واقعی بہت ہوتا ہے، لیکن افسوس کہ آپ نے اپنے بلند معیار کی بلندیوں سے نیچے اُتر کر اپنی بیگم کے پوشیدہ کمالات کو جن کو حق تعالیٰ نے حیا کی چادر سے ڈھانک رکھا ہے، کبھی جھانکا ہی نہیں، آپ کبھی بزعم عرشِ معلّٰی سے نیچے اُترتے تو

اس فرشی مخلوق کو سمجھتے...!

۵:......آپ چاہے کتنی شادیاں رچالیں، جب تک اپنے ذہنی عرشِ معلیٰ سے نیچے نہیں تشریف لائیں گے، نہ آپ کو زندگی گزارنے کا ڈھنگ آئے گا، نہ آپ کو ذہنی تسکین ہوگی۔

۶:......آپ کو کسی وظیفے یا کسی تعویذ گنڈے کی ضرورت نہیں، البتہ کسی اللہ کے بندے کی صحبت میں رہ کر انسان بننے کی ضرورت ہے، جب آپ کی نگاہِ جوہر شناس کھلے گی، تب آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنی بڑی نعمت اس بیوی کی شکل میں دے رکھی ہے...!

چولہا الگ کرلیں

س...... میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری شادی کو دس سال ہوگئے ہیں، میرے تین بچے ہیں، میرے شوہر اور ان کے دو بھائی ہیں، ہم سب ساتھ رہتے ہیں، میری ساس نہیں ہیں، اور سسر کی ایسی طبیعت خراب ہے کہ ان کو اپنے آپ کا بھی ہوش نہیں ہے۔ میرے شوہر اکثر جماعتوں میں جاتے رہتے ہیں، میں کبھی میکے میں رہتی ہوں، کبھی سسرال میں رہتی ہوں، تو مجھے معلوم یہ کرنا تھا کہ میں اپنے شوہر کے پیچھے اپنے سسرال میں رہ سکتی ہوں جبکہ میرا وہاں کوئی محرم نہیں۔ ایک دیور ہے، ایک جیٹھ ہیں، میں اُمید کرتی ہوں کہ آپ میرے اس مسئلے کو بہتر طریقے سے سمجھ گئے ہوں گے۔

دُوسرا یہ مسئلہ معلوم کرنا تھا کہ ہم سب ساتھ رہتے ہیں، تو اَب میں الگ رہنا چاہتی ہوں، کیونکہ ہماری عورتوں کی آپس میں بنتی نہیں، بچوں کی بھی آپس میں بہت لڑائیاں ہوتی ہیں، بہت سی غلط فہمیاں بھی ہوتی رہتی ہیں، ذرا ذرا سی بات پر لڑائیاں ہوتی ہیں، اور بھی بہت ساری مشکلات ہیں۔ بچوں کی وجہ سے بھی کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوجاتی ہے، پھر اسی پریشانی اور اُلجھن میں رہتی ہوں، ساتھ ہی اس طرح کہ بالکل ایک دُوسرے کے کمرے ملے ہوئے ہیں، میں اپنے شوہر سے الگ رہنے کا کہتی ہوں تو وہ یہی کہتے ہیں کہ: ''ہم سوچ رہے ہیں'' ایسے سوچتے سوچتے بھی پانچ سال گزر گئے، ایسی صورت میں کیا مجھے یہ حق ہے کہ میں الگ گھر کا مطالبہ کروں؟ اور کیا یہ شوہر کا فرض ہے کہ وہ الگ گھر دے؟ الگ گھر سے مراد چولہا وغیرہ الگ یا صرف کمرہ الگ مراد ہے؟

ج...... اگر عزّت وآبرو کو کوئی خطرہ نہ ہو تو شوہر کی غیر حاضری میں سسرال میں رہ سکتی ہیں۔

الگ گھر کا مطالبہ عورت کا حق ہے، مگر الگ گھر سے مراد یہ ہے کہ اس کا چولہا اپنا ہو، اور اس کے پاس مکان کا جتنا حصہ ہے اس میں کسی دُوسرے کا عمل دخل نہ ہو، خواہ بڑے مکان کا ایک حصہ مخصوص کرلیا جائے۔

اسلامی اَحکامات میں والدین کی نافرمانی کس حد تک؟

س...... آج کل کے ماحول میں اگر اسلامی تعلیمات پر کوئی شخص پوری طرح عمل کرنا چاہے تو باقی دُنیا اس کے پیچھے پڑ جاتی ہے، اور اگر وہ شخص اپنی ہمت اور قوتِ برداشت سے ان کا مقابلہ کر بھی لیتا ہے تو اس کے گھر والے خصوصاً والدین اس کے راستے میں سب سے بڑی رُکاوٹ بن جاتے ہیں۔ مثلاً: میں کئی لوگوں کو جانتا ہوں جنھوں نے اپنے ماں باپ کی وجہ سے تنگ آکر اپنی داڑھیاں تک کٹوادیں، اور اگر والدین کو سمجھاؤ تو کہتے ہیں کہ: ''اسلام میں تو باپ اور ماں کا بہت مقام ہے، ماں کی اجازت کے بغیر جہاد پر بھی نہیں جاسکتے، لہٰذا کوئی عمل بھی ہماری مرضی اور اجازت کے بغیر نہیں کرسکتا۔'' خصوصاً جب کوئی شخص اپنا لباس اور چہرہ سنت کے مطابق بنالیتا ہے تو پھر اس کے گھر والے اس کا جینا حرام کردیتے ہیں، یا کوئی شخص ٹی وی دیکھنا چھوڑ دے، گانے سننا چھوڑ دے، بینک میں نوکری نہ کرے، نامحرَم سے بات چیت نہ کرے، اور حتی الامکان اپنے آپ کو منکرات سے بچائے تو والدین کہتے ہیں کہ: ''جناب! یہ کونسا اسلام ہے کہ آدمی باقی دُنیا سے الگ تھلگ ہوکر بیٹھ جائے'' اسلام کے اندر کیا حدود ہیں، کسی سنت کو اگر والدین منع کریں تو ہم اس کو چھوڑ دیں؟ (مثلاً: لباس اور ظاہری صورت)، اور اگر والدین کسی واجب پر ناراض ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟ اور فرائض کے معاملے میں کیا رویہ رکھنا چاہئے؟

ج...... یہ اُصول سمجھ لینا چاہئے کہ جس کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو، اس میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ نہ ماں باپ کی، نہ پیر اور اُستاد کی، نہ کسی حاکم کی۔ اگر کوئی شخص کسی کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا وہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور جس

کے کہنے پر نافرمانی کی تھی اس کو بھی ساتھ لے کر جائے گا۔

مرد کے لئے داڑھی بڑھانا واجب ہے، اور اس کو منڈانا یا کٹانا (جبکہ ایک مشت سے کم ہو) شرعاً حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل میرے رسالے "داڑھی کا مسئلہ" میں دیکھ لی جائے، لہٰذا والدین کے کہنے سے اس گناہِ کبیرہ کا ارتکاب جائز نہیں، اور جو والدین اپنی اولاد کو اس گناہِ کبیرہ پر مجبور کرتے ہیں ان کے بارے میں اندیشہ ہے کہ ان کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو اور وہ دُنیا سے جاتے وقت ایمان سے محروم ہو کر جائیں، (اللہ تعالیٰ اس سے اپنی پناہ میں رکھیں)۔

اسی طرح والدین کے کہنے سے ٹی وی دیکھنا، گانے سننا اور نامحرموں سے ملنا بھی حرام ہے، جب ان گناہوں پر قہرِ الٰہی نازل ہوگا تو نہ والدین بچا سکیں گے اور نہ عزیز و اقارب اور دوست احباب، اور قبر میں جب ان گناہوں پر عذابِ قبر ہوگا تو کوئی اس کی فریاد سننے والا بھی نہ ہوگا، اور قیامت کے دن ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والا گرفتار ہو کر آئے گا، تو کوئی اس کو چھڑانے والا نہیں ہوگا۔

والدین کا بڑا درجہ ہے اور ان کی فرمانبرداری اولاد پر فرض ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ والدین کسی جائز کام کا حکم کریں، لیکن اگر بگڑے ہوئے والدین اپنی اولاد کو جہنم کا ایندھن بنانے کے لئے گناہوں کا حکم کریں تو ان کی فرمانبرداری فرض کیا، جائز بھی نہیں، بلکہ ایسی صورت میں ان کی نافرمانی فرض ہے، ظاہر ہے کہ والدین کا حق اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر نہیں، جب والدین گناہ کے کام کا حکم کر کے اللہ تعالیٰ کے نافرمان بن جائیں تو ایسے نافرمانوں کی فرمانبرداری کب جائز ہو سکتی ہے...؟

اور یہ دلیل جو پیش کی گئی کہ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد پر جانا بھی جائز نہیں، یہ دلیل غلط ہے، اس لئے کہ یہ تو شریعت کا حکم ہے کہ اگر جہاد فرضِ عین نہ ہو اور والدین خدمت کے محتاج ہوں تو والدین کی خدمت کو فرضِ کفایہ سے مقدم سمجھا جائے، اس سے یہ اُصول کیسے نکل آیا کہ والدین کے کہنے پر فرائضِ شرعیہ کو بھی چھوڑ دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانیوں کا بھی ارتکاب کیا جائے۔

اور یہ کہنا کہ ''یہ کونسا اسلام ہے کہ آدمی باقی دُنیا سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھ جائے؟'' نہایت لچر اور بے ہودہ بات ہے، اسلام تو نام ہی اس کا ہے کہ ایک کے لئے سب کو چھوڑ دیا جائے، قرآنِ کریم میں ہے:

''آپ فرمادیجئے کہ یقیناً میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے، جو مالک ہے سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔'' (سورۂ اَنعام)

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی تعمیل کے لئے باقی ساری دُنیا سے الگ تھلگ نہیں ہو گئے تھے؟

اگر دُنیا بگڑی ہوئی ہو تو ان سے الگ تھلگ ہونا ہی آدمی کو تباہی و بربادی سے بچا سکتا ہے، ورنہ جب یہ بگڑی ہوئی دُنیا قہرِ الٰہی کے شکنجے میں آئے گی تو ان سے مل کر رہنے والا بھی قہرِ الٰہی سے بچ کر نہیں نکل سکے گا...!

''با بار رشتہ سب سے توڑ، با بار رشتہ حق سے جوڑ''

عورت اور مرد کا رُتبہ

س...... رئیس امروہوی صاحب اپنے دو کالموں بعنوان ''مگر یہ مسئلہ زن'' اور ''آہ بیچاروں کے اعصاب'' (جو مؤرخہ ۱۷؍ اور ۲۴؍ ستمبر کو ''جنگ'' میں شائع ہوئے) میں عورتوں کے معاشرتی مقام پر بحث کی ہے۔ انہوں نے مولانا عمر احمد عثمانی کی تصنیف ''فقہ القرآن'' (جلد سوم) سے اقتباسات نقل کئے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں قرآنی حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ نہ عورت کی عقل ناقص ہے نہ ایمان! بلاشبہ مرد و عورت کی صلاحیتوں میں فرق ہے، مگر اس فرق سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عورت مرد سے کم تر ہے۔ ''قوامون علی النساء'' کے یہ معنی لینا کہ مرد عورت کے حاکم اور داروغہ ہیں، صحیح نہیں۔ از رُوئے لغت ''قوام'' کے معنی معاشی کفیل کے ہیں، اور یقیناً مرد، عورت کا معاشی کفیل ہوتا ہے، مرد کو عورت پر از رُوئے قرآن کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ مصنف نے عالمانہ بحث کے

بعد (جوصرف قرآنی استدلال پر مبنی ہے) یہ ثابت کردیا ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی طرح مستند، قابلِ قبول اور شرعی اعتبار سے دُرست ہے۔

امروہوی صاحب آگے چل کر رقم طراز ہیں:

''قرآن مجید کا خطاب ہر معاملے میں عورت اور مرد دونوں کی طرف یکساں ہے، عورت کی کمتری کی ایک طفلانہ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ قرآن مجید میں صالح مردوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ انہیں جنت میں حوریں ملیں گی، جبکہ عورت سے اس قسم کا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا۔ مولانا عمر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ اس دعوے کی کمزوری یہ ہے کہ حور کے معنی ہیں، سفید رنگ (عورتیں بھی سفید رنگ کی ہوسکتی ہیں، مرد بھی) تو سفید رنگ کے مرد کو بھی حور کہا جاسکتا ہے۔''

۲۴ر ستمبر کے کالم میں رقم طراز ہیں:

''قرآنِ کریم میں انسانیت کی ان دونوں صنفوں (یعنی مردوں اور عورتوں) میں کوئی فرق و امتیاز نہیں رکھا گیا۔ دونوں کو ایک سطح پر رکھا ہے۔''

مصنف نے ہر جگہ قرآنی استدلال کے ساتھ تاریخ اور روایات سے سند لی ہے، مرد کے بجائے عورت سربراہِ خانہ ہے، کاروبارِ حکومت یعنی شوریٰ میں بھی عورت کا مشورہ (ووٹ) اسی طرح حاصل کیا جانا چاہئے جس طرح مردوں کا۔ مولانا نے ثابت کیا ہے کہ عورتیں ایسی مشترک محفلوں میں شریک ہوسکتی ہیں جن میں مرد موجود ہوں، شرط یہی ہے کہ وہ اپنی زینت کی نمائش نہ کریں۔ پارلیمنٹ، اسمبلی اور مردانہ مجمعوں میں عورتیں تقریر کرسکتی ہیں، شرط یہی ہے کہ اسلامی ستر و حجاب کو ملحوظ رکھیں، وہ تنہا سفر کرسکتی ہیں۔ مصنف نے قرآنی دلائل سے اس مفروضے کو غلط ثابت کیا ہے کہ عورت کی دیت (خون بہا) مرد سے نصف ہوتی ہے، عورت قاضی (جج) کے فرائض انجام دے سکتی ہے، سیاسی تحریکوں میں حصہ لے سکتی ہے، سربراہِ مملکت بن سکتی ہے۔ شرعی پردے کے بارے میں مولانا عمر احمد عثمانی کی

بحث فیصلہ کن ہے، لکھتے ہیں کہ قرآن مجید نے عام مسلمان خواتین کو اس سلسلے میں جو ہدایات دی ہیں، وہ یہ ہیں کہ:

۱:......اپنی نظریں نیچی رکھیں۔

۲:...... بے حیائی کی مرتکب نہ ہوں، زینت و آرائش جمال کی نمائش نہ کرتی پھریں، زیورات پہنے ہوں تو پیروں کو اس طرح زور سے نہ ماریں کہ گھنگرو بجنے لگیں۔

۳:......گھر سے باہر نکلیں تو جلباب (اوڑھنی) اوڑھ لیا کریں۔

مولانا (عمر احمد عثمانی) کا بیان ہے کہ: ''ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں عورتیں اپنے چہروں کو کھول کر خود بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا کرتی تھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔''

مولانا! یہ ہیں وہ مختصر سی باتیں جو رئیس امروہوی نے مولانا عمر احمد عثمانی کی ایک کتاب کو بنیاد بناتے ہوئے نقل کی ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ مندرجہ ذیل سوالات کا قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب دے کر ان شکوک وشبہات کا اِزالہ فرمائیں گے جو مذکورہ مضامین پڑھ کر لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوئے ہیں۔

س۱:......کیا واقعی قرآنِ کریم میں مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق وامتیاز نہیں رکھا گیا؟

س۲:...... کیا صالح عورتوں کو بھی جنت میں حوریں (مرد، جیسا کہ مضمون میں کہا گیا ہے) ملیں گے؟

س۳:......کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتیں اپنے چہروں کو کھول کر خود بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا کرتی تھیں اور آپ ﷺ نے کبھی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا؟

س۴:......کیا مردانہ مجمعوں میں عورتیں تقریر کرسکتی ہیں؟

س۵:...... کیا عورت قاضی بن سکتی ہے؟ سیاسی تحریکوں میں حصہ لے سکتی ہے اور سربراہِ مملکت بن سکتی ہے؟

الجواب:

جناب عمر احمد عثمانی کے جو افکار سوال میں نقل کیے گئے ہیں، یہ ان کے ذاتی خیالات ہیں، قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور شریعتِ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

قوام کے معنی

عثمانی صاحب۔کے نزدیک تو "قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ" کے یہ معنی کہ مرد حاکم ہیں، صحیح نہیں، مگر ان کے دادا حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں آیتِ کریمہ "اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ" کا ترجمہ یہ کرتے ہیں:

"مرد حاکم ہیں عورتوں پر (دو وجہ سے، ایک تو) اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو (یعنی مردوں کو) بعضوں پر (یعنی عورتوں پر قدرتی) فضیلت دی ہے، (یہ تو وہبی اَمر ہے) اور (دُوسری) اس سبب سے کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنے مال (مہر میں، نان ونفقہ میں) خرچ کیے ہیں، (اور خرچ کرنے والے کا ہاتھ اُونچا اور بہتر ہوتا ہے، اس سے جس پر خرچ کیا جائے، اور یہ اَمر مکتسب ہے) سو جو عورتیں نیک ہیں (وہ مرد کے ان فضائل وحقوق کی وجہ سے) اطاعت کرتی ہیں......"

اور عمر احمد عثمانی صاحب کے والد ماجد شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی نوّر اللہ مرقدہٗ "اَحکام القرآن" میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"قوام وہ شخص ہے جو دُوسرے کے مصالح، تدابیر اور تأدیب کا ذمہ دار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے عورتوں پر قوام ہونے کے دو سبب ذکر کیے ہیں، ایک وہبی، دُوسرا کسبی، چنانچہ ارشاد ہے: "اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے" یعنی مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے، اصل خلقت میں، کمالِ عقل

میں، حسنِ تدبیر میں، علم کی فراخی میں، اعمال کی مزید قوت میں اور بلندئ استعداد میں، یہی وجہ ہے کہ مردوں کو بہت سے ایسے اَحکام کے ساتھ مخصوص کیا ہے جو عورتوں سے متعلق نہیں، مثلاً: نبوّت، اِمامت، قاضی اور جج بننا، حدود و قصاص وغیرہ میں شہادت دینا، وجوبِ جہاد، جمعہ، عیدین، اَذان، جماعت، خطبہ، وراثت میں حصہ زائد ہونا، نکاح کا مالک ہونا، طلاق دینے کا اختیار، بغیر وقفے کے نماز روزے کا کامل ہونا، وغیر ذٰلک، یہ اَمر تو وہبی ہے۔ پھر فرمایا: ''اور اس سبب سے کہ مردوں نے (عورتوں کے نکاح میں) اپنے مال خرچ کئے ہیں'' یعنی مہر اور نان ونفقہ اور یہ اَمر کسبی ہے۔''

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ نے اس آیت کے شانِ نزول میں متعدّد روایات نقل کی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک صحابی نے اپنی بیوی کے طمانچہ مار دیا تھا، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شوہر سے بدلہ لینے کی اجازت دی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ نیز حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے: "**ویقومون علیھن قیام الولاۃ علی الرعیۃ مسلطون علٰی تادیبھنّ**" یعنی مرد عورتوں کے مصالح کے ذمہ دار ہیں، جس طرح حکام رعیت کے ذمہ دار ہوتے ہیں، اور ان کو عورتوں کی تأدیب پر مقرّر کیا گیا ہے۔ (حوالہ گزشتہ)

اس سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ اُمت نے تو آیت: "قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ" کا یہی مطلب سمجھا ہے کہ مرد کی حیثیت حاکم کی ہے، اور وہ صرف عورت کا معاشی کفیل نہیں، بلکہ اس کے دِین و اخلاق کی نگرانی کا ذمہ دار اور اس کی تأدیب پر مامور بھی ہے۔

مرد کی عورت پر فضیلت

مرد و عورت کی تخلیق میں حق تعالیٰ نے فطری تفاوت رکھا ہے، اور ہر ایک کو ان صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمایا ہے جو اس کے فرائض کے مناسب حال ہے۔ مردوں کے اوصاف عورتوں میں نہیں، نہ عورتوں کے اوصاف مردوں میں ہیں۔ کسی فرد کی فضیلت عنداللہ کا مدار صلاح و تقویٰ پر ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، تاہم اللہ تعالیٰ نے بہت سے اُمور میں مرد کی صنف کو عورت کی صنف پر فوقیت عطا فرمائی ہے، جن کا ذکر اُوپر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ دو جگہ اللہ تعالیٰ نے عورت پر مرد کی فضیلت کی صراحت فرمائی ہے، ایک تو یہی گزشتہ بالا آیت جس میں: "بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" کی تصریح ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے، اور دُوسری اسی سورۃ النساء کی آیت نمبر:۳۲ میں، جس میں فرمایا گیا ہے: "وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ" حضرت حکیم الاُمت ؒ نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

> ''اور تم (سب مردوں اور عورتوں کو حکم ہوتا ہے کہ فضائلِ وہبیہ میں سے) ایسے کسی اَمر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو (مثلاً: مردوں کو) بعضوں پر (مثلاً: عورتوں پر بلادخل ان کے کسی عمل کے) فوقیت بخشی ہے (جیسے مرد ہونا، یا مردوں کا دونا حصہ ہونا، یا ان کی شہادت کا کامل ہونا، وغیر ذٰلک)۔''

اور حضرتؒ نے اس کی شانِ نزول میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ:

> ''حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: ہم کو آدھی میراث ملتی ہے اور بھی فلاں فلاں فرق ہم میں اور مردوں میں ہیں، مطلب اعتراض نہ تھا، بلکہ یہ تھا کہ اگر ہم بھی مرد ہوتے تو اچھا ہوتا..... اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فطری فوقیت و فضیلت

دی ہے، اور بہت سے احکامِ شرعیہ میں اسے ملحوظ رکھا گیا ہے، مگر جناب عمر احمد عثمانی کو اس مسئلے میں اللہ میاں سے اختلاف ہے۔

مرد وعورت کے درمیان فرق وامتیاز

موصوف کا یہ دعویٰ کہ قرآنِ کریم میں مرد وعورت کے درمیان کسی سطح میں کوئی فرق وامتیاز نہیں رکھا گیا، بلکہ ہر جگہ دونوں کو ایک ہی سطح پر رکھا ہے، یہ ایک ایسی غلط بیانی ہے جسے ایک عام آدمی بھی جو قرآنِ کریم سے کچھ مناسبت رکھتا ہو، واضح طور پر محسوس کرسکتا ہے، دونوں کے درمیان فرقِ مراتب کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

۱:......قرآنِ کریم نے عورت کو مرد کی فرمانبرداری کا حکم فرمایا ہے، اور اسی کو شریف اور نیک بیبیوں کی علامت قرار دیا ہے: "فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ" (النساء) جبکہ مردوں کو عورتوں کی اطاعت وفرمانبرداری کا نہیں، بلکہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم فرمایا ہے: "وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (النساء) اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو حاکم اور گھریلو ریاست کا سربراہ اور افسرِ اعلیٰ بنایا ہے اور عورت کو اس کی ماتحتی میں رکھا ہے۔

۲:......قرآنِ کریم نے عورت کا حصہ وراثت مرد سے نصف رکھا ہے: "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ" چنانچہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے، باپ کا حصہ ماں سے، شوہر کا حصہ بیوی سے اور بھائی کا حصہ بہن سے دُگنا ہے۔

۳:......قرآنِ کریم نے عورت کی شہادت مرد سے نصف رکھی ہے: "فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ"۔

۴:......قرآنِ کریم نے طلاق کا اختیار مرد کو دیا ہے، اور اگر عورت کو کسی بدقماش شوہر سے پالا پڑے اور وہ اس سے گلوخلاصی چاہتی ہو تو اس کے لئے "خلع" کی صورت تجویز فرمائی ہے، جو یا تو برضامندیٔ طرفین ہوسکتا ہے، یا بذریعہ عدالت۔

۵:......قرآنِ کریم نے مرد کو بیک وقت چار تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، اور اسے پابند کیا ہے کہ وہ متعدّد بیویوں کی صورت میں ان کے درمیان عدل ومساوات

کے تقاضوں کو ملحوظ رکھے گا، لیکن عورت کو ایک سے زیادہ شوہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔

ان چند مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآنِ کریم نے مرد و عورت کے درمیان فرق و امتیاز کو ہر سطح پر ملحوظ رکھا ہے، جسے کوئی مسلمان نظر انداز نہیں کر سکتا۔

عورت کی دیت

شریعتِ اسلام میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے، اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر ائمہ اربعہ تک سب کا اتفاق ہے، چنانچہ ملک العلماء امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفیؒ "بدائع الصنائع" میں لکھتے ہیں:

"فَدِيَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ لِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَإِنَّه رُوِيَ عَنْ سَيِّدِنَا عُمَرَ وَسَيِّدِنَا عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ أَنَّهُمْ قَالُوْا فِيْ دِيَةِ الْمَرْأَةِ أَنَّهَا عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ، وَلَمْ يُنْقَلْ أَنَّه أَنْكَرَ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ، فَيَكُوْنُ اِجْمَاعًا وَلِأَنَّ الْمَرْأَةَ فِيْ مِيْرَاثِهَا وَشَهَادَتِهَا عَلَى النِّصْفِ مِنَ الرَّجُلِ فَكَذٰلِكَ فِيْ دِيَتِهَا."

(بدائع الصنائع، ج:۷، ص:۲۵۴)

ترجمہ:...... "پس عورتوں کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے، کیونکہ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے، چنانچہ حضرات عمر، علی، ابنِ مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے، اور کسی صحابی سے یہ منقول نہیں کہ اس نے ان حضرات پر اس مسئلے میں نکیر کی ہو، لہٰذا یہ اجماع ہوا اور عقلی دلیل یہ ہے کہ عورت کی وراثت و شہادت مرد سے نصف ہے، اسی طرح اس کی دیت بھی نصف ہوگی۔"

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکیؒ اپنی تفسیر "الجامع لاحکام

القرآن‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’وأجمع العلماء علٰی أن دية المرأة على النصف من دية الرجل، قال أبو عمر: انما صارت ديتها (والله أعلم) على النصف من دية الرجل ان لها نصف ميراث الرجل، وشهادة امرأتين بشهادة رجل.‘‘

(الجامع لأحكام القرآن للقرطبیؒ، ج:۵،ص:۳۲۵)

ترجمہ:...... ’’اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے، ابوعمر (ابنِ عبدالبرؒ) فرماتے ہیں کہ: اس کی دیت مرد کی دیت سے نصف اس لئے ہوئی کہ عورت کا حصۂ وراثت بھی مرد سے نصف ہے، اور اس کی شہادت بھی مرد کی شہادت سے نصف ہے، چنانچہ دو عورتوں کی شہادت مل کر ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوتی ہے۔‘‘

شرح مہذب کے تکملہ میں ہے:

’’دية المرأة نصف دية الرجل هٰذا قول العلماء كافة الّا الأصم وابن علية فانهما قالا: ديتها مثل دية الرجل. دليلنا ما سبقناه من كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الٰى أهل اليمن وفيه: ’’ان دية المرأة نصف دية الرجل‘‘ وما حكاه المصنف عن عمر وعثمان وعلى وابن مسعود وابن عمر وابن عباس و زيد بن ثابت انهم قالوا: ’’دية المرأة نصف دية الرجل‘‘ و لا مخالف لهم فى الصحابة فدل علٰى أنه اجماع.‘‘

(شرح مہذب، ج:۱۹،ص:۵۴)

ترجمہ:...... ’’عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف

ہے، یہ تمام علماء کا قول ہے، سوائے اصم اور ابنِ علیہ کے یہ دونوں صاحب کہتے ہیں کہ اس کی دیت مرد کی دیت کی مثل ہے۔ ہماری دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ گرامی نامہ ہے، جو آپ نے اہلِ یمن کو لکھا تھا اور جسے ہم پہلے نقل کر آئے ہیں، اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ: ''عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے'' نیز جیسا کہ مصنف نے نقل کیا، حضرات عمر، عثمان، علی، ابنِ مسعود، ابنِ عمر، ابنِ عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا ارشاد ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس کے کوئی خلاف نہیں تھا، پس معلوم ہوا کہ اس مسئلے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔''

اور سیّدی و مرشدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی نور اللہ مرقدہٗ ''اوجز المسالک'' میں فرماتے ہیں:

''قال ابن المنذر وابن عبدالبر: أجمع أهل العلم علٰى أن دية المرأة نصف دية الرجل، وحكى غيرهما عن ابن علية والأصم انهما قالا: ديتها كدية الرجل، لقوله صلى الله عليه وسلم في النفس المؤمنة مائة من الابل. وهٰذا قول شاذ يخالف اجماع الصحابة وسنة النبي صلى الله عليه وسلم فان في كتاب عمرو بن حزم: دية المرأة على النصف من دية الرجل وهي أخص مما ذكروه فيكون مفسرًا لما ذكروه مخصصًا له، ودية نساء كل أهل دين على النصف من دية رجالهم.'' (اوجز المسالک، ج:۱۳، ص:۲۸، طبع بیروت)

ترجمہ:...... ''حافظ ابنِ منذرؒ اور حافظ ابنِ عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ: اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے، بعض دُوسرے حضرات نے ابنِ علیہ اور اَصم سے نقل کیا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: مؤمن جان کے قتل کی دیت سو اُونٹ ہے، اور یہ قول شاذ ہے، جو اِجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سنتِ نبوی کے خلاف ہے، چنانچہ عمرو بن حزم سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ مروی ہے اس میں ہے کہ: ''عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے'' اس میں چونکہ خصوصیت سے عورت کی دیت مذکور ہے، اس لئے یہ حدیث ان کی روایت کردہ حدیث کی شارحِ مخصص ہوگی اور تمام اہلِ اَدیان میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔''

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ عورت کی دیت کا مرد کی دیت سے نصف ہونا ''غلط مفروضہ'' نہیں، بلکہ اسلام کا اجماعی مسئلہ ہے، اور اس کا انکار آفتاب نصف النہار کا انکار ہے۔

مرد و عورت کی شہادت

موصوف کا یہ کہنا ایک حد تک صحیح ہے کہ: ''عورت کی شہادت مرد کی طرح مستند، قابلِ قبول اور شرعی اعتبار سے دُرست ہے'' لیکن اگر یہ مطلب ہے کہ مرد اور عورت کی شہادت میں کوئی فرق نہیں تو یہ غلط ہے، قرآن وسنت نے مرد و عورت کی شہادت میں چند وجہ سے فرق کیا ہے:

۱:...... عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے، یعنی دو عورتوں کی شہادت مل کر مرد کی شہادت کے قائم مقام ہوتی ہے۔

۲:......مرد کی شہادت عورتوں کی شہادت کے لئے شرط ہے، پس تنہا عورتوں کی شہادت مقبول نہیں ہوگی، جب تک کہ ان کے ساتھ کوئی مرد شہادت دینے والا نہ ہو (اِلَّا یہ کہ وہ معاملہ ہی عورتوں کے ساتھ مخصوص ہو کہ اس اَمر پر مردوں کا مطلع ہونا عادۃً ممکن نہیں) ان دونوں مسئلوں کو سورۂ بقرہ کی آیت: ۲۸۲ کے ایک فقرے میں بیان فرمایا گیا ہے: "فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتٰنِ" پھر اگر دو گواہ مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنالی جاویں)۔ (بیان القرآن ج)

۳:......حدود وقصاص میں صرف مردوں کی شہادت معتبر ہے، عورتوں کی نہیں، شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے اَحکام القرآن (ج:۱ ص:۵۰۲) میں نصب الرایہ (ج:۲ ص:۲۰۸) کے حوالے سے اِمام زہریؒ کی حدیث نقل کی ہے:

"عن الزهري قال: مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين بعدهٗ ان لا تجوز شهادة النساء في الحدود والقصاص، رواه ابن أبي شيبة."

ترجمہ:......"حضرت زہریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے دو خلیفوں حضراتِ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے یہ سنت جاری ہے کہ عورتوں کی شہادت حدود وقصاص میں معتبر نہیں۔" (ابنِ ابی شیبہ)

"عن الحكم أن علي بن أبي طالب قال: لا يجوز شهادة النساء في الحدود والدماء." (اخرجہ عبدالرزاق)

ترجمہ:......"حکم سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: عورتوں کی شہادت حدود وقصاص میں معتبر نہیں۔"

خواتین کا گھر سے باہر نکلنا

عورتوں کے لئے اصل حکم تو یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے گھر سے باہر قدم نہ رکھیں، چنانچہ

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر:۳۳ میں اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو حکم ہے:

''وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى۔'' (تفسیر بیان القرآن از حکیم الامتؒ)

ترجمہ:...... ''تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو، (مراد اس سے یہ ہے کہ محض کپڑا اوڑھ کر پردہ کر لینے پر کفایت مت کرو، بلکہ پردہ اس طریقے سے کرو کہ بدن مع لباس نظر نہ آوے، جیسا آج کل شرفاء میں پردے کا طریقہ متعارف ہے کہ عورتیں گھروں ہی سے نہیں نکلتیں، البتہ مواقعِ ضرورت دُوسری دلیل سے مستثنیٰ ہیں) اور (اسی حکم کی تاکید کے لئے ارشاد ہے کہ) قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو (جس میں بے پردگی رائج تھی، گو بلا فحش ہی کیوں نہ ہو۔ اور قدیم جاہلیت سے مراد وہ جاہلیت ہے جو اسلام سے پہلے تھی اور اس کے مقابلے میں ایک مابعد کی جاہلیت ہے کہ بعد تعلیم و تبلیغ اَحکامِ اسلام کے ان پر عمل نہ کیا جائے، پس جو تبرّج بعد اسلام ہوگا وہ جاہلیتِ اُخریٰ ہے۔''

اس پر شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ یہ حکم تو صرف اَزواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے ساتھ خاص ہے، مگر یہ خیال صحیح نہیں، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ ''اَحکام القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ میں پانچ حکم دیئے گئے ہیں:

۱- اجنبی لوگوں سے نزاکت کے ساتھ بات نہ کرنا، ۲- گھروں میں جم کر بیٹھنا، ۳- نماز کی پابندی کرنا، ۴- زکوٰۃ ادا کرنا، ۵- اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام اَحکام عام ہیں، صرف اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ مخصوص نہیں، چنانچہ تمام اَئمہ مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہ اَحکام سب مسلمان خواتین کے لئے ہیں۔ حافظ ابنِ کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ چند آداب ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ مطہراتؓ کو حکم فرمایا ہے، اور اہلِ ایمان کی عورتیں ان اَحکام میں اَزواجِ مطہراتؓ کے تابع ہیں۔ (اَحکام القرآن، حزب خامس، ص:۲۰۰)

البتہ ضرورت کے موقعوں پر عورتوں کو چند شرائط کی پابندی کے ساتھ گھر سے نکلنے کی اجازت ہے، حضرت مفتی صاحبؒ نے ''اَحکام القرآن'' میں اس سلسلے کی آیات و احادیث کو تفصیل سے لکھنے کے بعد ان شرائط کا خلاصہ حسبِ ذیل نقل کیا ہے:

۱:...... نکلتے وقت خوشبو نہ لگائیں اور زینت کا لباس نہ پہنیں، بلکہ میلے کچیلے کپڑوں میں نکلیں۔

۲:...... ایسا زیور پہن کر نہ نکلیں جس میں آواز ہو۔

۳:...... زمین پر اس طرح پاؤں نہ ماریں کہ ان کے خفیہ زیورات کی آواز کسی کے کان میں پڑے۔

۴:...... اپنی چال میں اِترانے اور مٹکنے کا انداز اختیار نہ کریں، جو کسی کے لئے کشش کا باعث ہو۔

۵:...... راستے کے درمیان میں نہ چلیں، بلکہ کناروں پر چلیں۔

۶:...... نکلتے وقت بڑی چادر (جلباب) اوڑھ لیں، جس سے سر سے پاؤں تک پورا بدن ڈھک جائے، صرف ایک آنکھ کھلی رہے۔

۷:...... اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلیں۔

۸:...... اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر کسی سے بات نہ کریں۔

۹:...... کسی اجنبی سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ان کے لب و لہجے میں نرمی اور نزاکت نہیں ہونی چاہئے، جس سے ایسے شخص کو طمع ہو جس کے دِل میں شہوت کا مرض ہے۔

۱۰:...... اپنی نظریں پست رکھیں، حتی الوسع نامحرم پر ان کی نظر نہیں پڑنی چاہئے۔

۱۱:...... مردوں کے مجمع میں نہ گھسیں۔

اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ پارلیمنٹ وغیرہ کی رُکنیت قبول کرنا اور مردانہ

مجمعوں میں تقریر کرنا، عورتوں کی نسوانیت کے خلاف ہے، کیونکہ ان صورتوں میں اسلامی ستر وحجاب کا ملحوظ رکھنا ممکن نہیں۔

عورتوں کا تنہا سفر کرنا

عورت کا بغیر محرَم کے سفر کرنا جائز نہیں، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، چنانچہ صحاحِ ستہ، مؤطا امام مالک، مسندِ احمد اور حدیث کے تمام متداول مجموعوں میں متعدّد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ: ''کسی عورت کے لئے، جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، حلال نہیں کہ بغیر محرَم کے تین دن کا سفر کرے'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر محرَم کے سفر نہ کرنا عورت کی نسوانیت کا ایمانی تقاضا ہے۔ جو عورت اس تقاضائے ایمانی کی خلاف ورزی کرتی ہے، وہ فعلِ حرام کی مرتکب ہے کیونکہ اس فعل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''لا یحل'' فرمارہے ہیں (یعنی حلال نہیں)۔

عورتوں کا جج بننا

ایسے تمام مناصب جن میں ہر کس و ناکس کے ساتھ اختلاط اور میل جول کی ضرورت پیش آتی ہے، شریعتِ اسلامی نے ان کی ذمہ داری مردوں پر عائد کی ہے، اور عورتوں کو اس سے سبکدوش رکھا ہے۔ (ان کی تفصیل اُوپر شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی نوّر اللہ مرقدہٗ کی عبارت میں آچکی ہے) انہی ذمہ داریوں میں سے ایک جج اور قاضی بننے کی ذمہ داری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کے زمانے میں بڑی فاضل خواتین موجود تھیں، مگر کبھی کسی خاتون کو جج اور قاضی بننے کی زحمت نہیں دی گئی، چنانچہ اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ عورت کو قاضی اور جج بنانا جائز نہیں، ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک تو کسی معاملے میں اس کا فیصلہ نافذ ہی نہیں ہوگا، اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدود وقصاص کے ماسوا میں اس کا فیصلہ نافذ ہوجائے گا، مگر اس کو قاضی بنانا گناہ ہے، فقہِ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے:

"والمراة تقضى فى غير حد وقود وان اثم المولّى لها لخبر البخارى لن يفلح قومٌ ولّوا أمرهم امرأة." (شامی طبع جدید ج:۵ ص:۴۴۰)

ترجمہ:...... "اور عورت حد وقصاص کے ماسوا میں فیصلہ کرسکتی ہے، اگرچہ اس کو فیصلے کے لئے مقرر کرنے والا گناہگار ہوگا، کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنا معاملہ عورت کے سپرد کردیا۔"

عورت کو سربراہِ مملکت بنانا

اسلامی معاشرے میں عورت کو سربراہِ مملکت بنانے کا کوئی تصور نہیں، حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لن یفلح قومٌ ولّوا امرهم امرأة." (صحیح بخاری، ج:۲ ص:۶۳۷، ۱۰۴۵، نسائی، ج:۲ ص:۳۰۴، ترمذی، ج:۲ ص:۳۴۳)

ترجمہ:...... "وہ قوم کبھی فلاح یاب نہیں ہوگی جس نے اپنا معاملہ عورت کے سپرد کردیا۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

"اذا كان أمراءكم خياركم وأغنياؤكم سمحاءكم وأموركم شورىٰ بينكم فظهر الأرض خير لكم من بطنها، واذا كان امراءكم شراركم واغنياؤكم بخلاءكم وأموركم الٰى نساءكم فبطن الأرض خير لكم من ظهرها." (ترمذی، ج:۲ ص:۳۴۳)

ترجمہ:...... جب تمہارے حکام تم میں سب سے اچھے

لوگ ہوں، تمہارے مال دار سب سے سخی اور کشادہ دست ہوں اور تمہارے معاملات آپس میں مشورے سے طے ہوں، تو تمہارے لئے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے، اور جب تمہارے حکام بُرے لوگ ہوں، تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لئے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے (یعنی ایسی صورت میں جینے سے مرنا اچھا ہے)۔"

چنانچہ اُمت کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ عورت کو سربراہِ مملکت بنانا جائز نہیں۔
(بدایۃ المجتھد، ج:۲،ص:۴۴۹)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "ازالۃ الخفاء" میں شرائطِ خلافت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وازاں جملہ آں است کہ ذکر باشد نہ امراۃ، زیرا کہ در حدیث بخاری آمدہ "ما أفلح قوم ولّوا أمرهم امرأة" چوں بسمع مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسید کہ اہلِ فارس دخترِ کسریٰ را بپادشاہی برداشتہ اند فرمود رستگار نشد قومی کہ والی امر بادشاہی خود ساختند زنے راوز یرا کہ امرأۃ ناقص العقل والدّین است ودر جنگ و پیکار بیکار و قابل حضور محافل و مجالس نے، پس ازوئے کارہائے مطلوب نہ برآید۔" (ازالۃ الخفاء، ج:۱،ص:۴)

ترجمہ:...... "اور ایک شرط یہ ہے کہ سربراہِ مملکت مرد ہو، عورت نہ ہو، کیونکہ صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ما أفلح قوم ولّوا أمرهم امرأة" جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ہے تو فرمایا کہ: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنی بادشاہی کا معاملہ عورت کے سپرد کردیا۔ نیز اس لئے کہ عورت فطرۃً ناقص

العقل والدّین ہے، جنگ و پیکار میں بیکار ہے، اور محفلوں اور مجلسوں میں حاضر ہونے کے قابل نہیں، پس اس سے مقاصدِ مطلوبہ پورے نہیں ہوسکتے ہیں۔"

حوریں اور حورے

اور سوال میں جو ذکر کیا گیا ہے کہ جنت میں نیک مردوں کو حوریں ملیں گی تو نیک عورتوں کو "حورے" ملیں گے، یہ محض لطیفہ ہے۔ بلاشبہ جنتی مردوں کے چہرے بھی روشن، نورانی اور سفید ہوں گے، مگر لغت وعرف میں "حور" کا اطلاق صرف عورتوں پر ہوتا ہے، مردوں کو ان کے زُمرے میں شامل کرنا بڑی زیادتی ہے، کیونکہ "حور" کا لفظ "حَوْرَاءُ" کی جمع ہے، اور "حَوْرَاءُ" کا لفظ مؤنث ہے، جس کے معنی ہیں گوری چٹی، نیز قرآنِ کریم میں جہاں "حور" کا ذکر آیا ہے، وہاں ان کی صفات مؤنث ہی ذکر کی گئی ہیں۔ مثلاً: دو جگہ ارشاد ہے: "وَزَوَّجْنٰـهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ"، ایک جگہ ارشاد ہے: "وَحُوْرٌ عِيْنٌ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُوءِ الْمَكْنُوْنِ"، اور ایک جگہ ارشاد ہے: "حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ"۔

مؤخرالذکر دونوں آیاتِ شریفہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی اصل خوبی پوشیدہ رہنا ہے، اور خیموں میں بند رہنا ہے، کہ ان دونوں صفتوں کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ حورانِ بہشتی کی مدح فرما رہے ہیں۔ حافظ ابونعیم اصفہانیؒ نے حلیۃ الاولیاء (ج:۲ ص:۴۰) میں، اور حافظ نورالدین ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (ج:۹ ص:۲۰۲) میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا: بتاؤ! عورت کی سب سے بڑی خوبی کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ سے اس کا جواب نہ بن پڑا، سوچنے لگے، حضرت علی رضی اللہ عنہ چپکے سے اُٹھ کر گھر گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال ذکر کیا، انہوں نے برجستہ فرمایا کہ: تم لوگوں نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ غیر مرد اس کو نہ دیکھیں، نہ وہ غیر مردوں کو دیکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض

کردیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جواب کس نے دیا ہے؟ عرض کیا: فاطمہ نے! فرمایا: کیوں نہ ہو، فاطمہ آخر میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

موجودہ دور کے روشن خیال حضرات، جن کی ترجمانی جناب عمر احمد عثمانی کر رہے ہیں، خدانخواستہ جنت میں تشریف لے گئے تو یہ شاید وہاں بھی ''حورانِ بہشتی'' میں آزادی کی مغربی تحریک چلائیں گے، اور جس طرح آج مولویوں کے خلاف احتجاج ہو رہا ہے، یہ وہاں حق تعالیٰ شانہ کے خلاف احتجاج کریں گے کہ ان مظلوموں کو "مَقْصُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ" کیوں رکھا ہے؟ انہیں آزادانہ گھومنے پھرنے اور اجنبی مردوں سے گھلنے ملنے کی آزادی ہونی چاہئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

میاں بیوی کے حقوق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
خیرکم خیرکم لاھلہٖ وانا خیرکم لاھلی." (مشکوٰۃ،ص:۲۸۱)

ترجمہ:......''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے اچھا اور بھلا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے حق میں تم سب سے اچھا ہوں۔''

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اکمل المؤمنین ایمانًا احسنھم خلقًا وخیارکم خیارکم لنسائھم. رواہ الترمذی" (مشکوٰۃ،ص:۲۸۲)

ترجمہ:......''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے کامل الایمان وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو اور تم میں سب

سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے ہوں۔‘‘

تشریح:......اس مضمون کی اور بھی احادیث وارد ہوئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی اچھائی، بھلائی کا خاص معیار اور نشانی یہ ہے کہ اس کا برتاؤ اپنی بیوی کے ساتھ کتنا اچھا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ازدواجی تعلق کو میاں بیوی دونوں کی راحت وسکون اور عفت و عصمت کا ذریعہ بنایا ہے، اور اس تعلق کو اپنے خاص انعامات میں سے شمار فرمایا ہے، اگر میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے حق کی رعایت کریں تو یہ ازدواجی تعلق پورے ماحول کو خوشگوار اور گھر کو رشکِ جنت بنا دیتا ہے، اور اگر خدانخواستہ اس تعلق میں کجی آجائے تو ماحول میں تلخی گھول دیتا ہے، زندگی ایک بوجھ بن کر رہ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ میاں بیوی کی راحت و سکون ہی کو نہیں بلکہ دین وایمان اور دنیا وآخرت کو برباد کر دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیطان کو جتنی خوشی میاں بیوی کے درمیان منافرت پھیلانے اور ایک دوسرے کے خلاف ابھارنے سے ہوتی ہے، اتنی اور کسی چیز سے نہیں ہوتی۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ:

”عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان ابلیس یضع عرشه علی الماء ثم یبعث سرایاہ یفتنون الناس فادناهم منهٗ منزلة اعظم فتنة یجئ احدهم فیقول: فعلت کذا کذا، فیقول: ماصنعت شیئًا!، قال: ثم یجئ احدهم فیقول: ما ترکته حتی فرقت بینهٗ وبین امرأته، قال: فیدنیه منهٗ ویقول: نعم! انت.“ (مشکوٰۃ،ص:۱۸)

ترجمہ:......’’شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے، پھر اپنے چیلوں کو لوگوں کے بہکانے کے لئے بھیجتا ہے، جو جس قدر لوگوں کو زیادہ بہکائے اسی قدر شیطان کی بارگاہ میں کامیابی پاتا ہے، شیطان

ان سب کی کارگزاری سنتا ہے، ایک آکر کہتا ہے کہ میں نے آج فلاں فلاں گناہ کرادیئے ہیں، شیطان کہتا ہے: ''تو نے کچھ نہیں کیا!'' پھر دوسرا آتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے پیچھے پڑا رہا، اور اسے بیوی کے خلاف اور بیوی کو اس کے خلاف بہکاتا رہا، یہاں تک کہ ان کے درمیان تفریق کرا کے آیا ہوں، شیطان یہ سن کر اس کو گلے لگالیتا ہے اور کہتا ہے: ''شاباش! تو نے کام کیا۔''

شیطان کو میاں بیوی کی تفریق سے اسی لئے خوشی ہوتی ہے کہ ان کے ازدواجی تعلق کا بگاڑ ان کی، ان کے اہل وعیال کی، ان کے خویش واقرباء کی اور ان کے دوست احباب کی زندگی میں زہر گھول دیتا ہے، اور اس کے نتیجے میں بیسیوں خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

ازدواجی تعلق کی اسی اہمیت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایسی ہدایات دی ہیں کہ اگر ان پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا جائے تو میاں بیوی کی گھریلو الجھنوں سے نجات مل سکتی ہے، اور یہ تعلق ہزاروں سعادتوں کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

ان میں سب سے اہم تر ہدایت یہ ہے کہ آدمی اہل خانہ کے ساتھ خوش خلقی کے ساتھ پیش آئے، گھر میں قانون کی حکومت نہیں چلتی بلکہ الفت ومحبت اور اخلاق ومروت کا سکہ چلتا ہے، جو لوگ گھر میں ذرا ذرا بات پر قانون کی مین میخ نکالتے ہیں اور درشتی اور دھمکی کے زور سے ازدواجی پہیئے کو گردش دینا چاہتے ہیں وہ خشک دماغی کے عارضے میں مبتلا ہیں، خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا بیوی کا سب سے بڑا حق ہے، اور کمالِ ایمان کی علامت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت اگرچہ براہ راست مردوں کو ہے، اور گھر میں خوش اخلاقی کی فضا پیدا کرنے کی ذمہ داری بھی سب سے بڑھ کر انہی پر عائد ہوتی ہے، مگر خواتین اسلام بھی اس مقدس ہدایت سے راہنمائی حاصل کرسکتی ہیں، اور انہیں کرنی چاہئے، میاں بیوی میں سے کامل الایمان وہی ہوگا جو دوسرے سے بڑھ کر خوش اخلاقی کو شعار بنائے، خوش اخلاقی کا ایک تقاضا یہ ہے کہ اپنے حقوق طلب کرنے کے بجائے دوسرے کے حقوق ادا

کرنے کی کوشش کرے، اگر میاں بیوی میں سے ایک کسی موقع پر رنجیدہ اور آزردہ خاطر ہو تو دوسرا فریق بھی مقابلے میں تندی و تیزی کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ نرمی و خوش اسلوبی سے تحمل کرے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے شیخ سے بیوی کی زبان درازی کی شکایت کی، جواب میں شیخ نے لکھا کہ "جو شخص بیوی کی ایذاؤں پر صبر نہیں کر سکتا وہ اس سے برتری کا دعویٰ کیسے کرتا ہے؟" ازدواجی زندگی میں خوش خلقی کا عنصر جتنا غالب ہوگا اس کے نتائج اسی قدر خوشگوار ہوں گے۔ اور میاں بیوی میں سے جو شخص بھی خوش اخلاقی کے زیور سے آراستہ ہوگا، اس کی شخصیت دوسرے سے زیادہ وزنی اور پرکشش ہوگی۔ خوش اخلاقی ہی وہ نسخہ کیمیا ہے جس سے ازدواجی راحت وسکون کی اکسیر میسر آسکتی ہے۔

خاتونِ جنت کا پیغام

(حضرت فاطمۃ الزہراءؓ)

جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت اور ان کے فضائل و مناقب احاطۂ تصور سے بالاتر ہیں۔ انہیں لسان نبوت سے "سيدة نساء العالمين" کا خطاب ملا ہے۔ اور ان کی زندگی خواتین اسلام کے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔ ان کے نکاح پر شہنشاہ مدینہ نے سیدۂ عالم کو جو جہیز دیا وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا، جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے۔ ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشکیزہ اور دو چکیاں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان تقسیم کار کا اصول یہ طے فرمادیا تھا کہ گھر سے باہر کے کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ ہوں گے، اور گھر کے اندر کے کاموں کی ذمہ داری حضرت فاطمہ رضی اللہ

عنہا پر ہوگی۔

سیدۂ عالم کی خانگی زندگی کا نقشہ یہ تھا کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گٹے پڑ گئے تھے۔ لیکن بایں ہمہ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار گھر کے کاروبار کے لئے خادمہ مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو ارشاد ہوا کہ "جان پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں" اور آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں کو ان تمام مشقتوں کا مداوا یہ بتایا کہ رات کو سوتے وقت ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ کلمات "تسبیحات فاطمہ" کے نام سے معروف ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تسبیحات کے پڑھنے کا حکم فرمایا، میرا یہ معمول کبھی قضا نہیں ہوا۔

صرف یہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کو آرائش و آسائش اور زیب و زینت کی کوئی چیز نہیں دیتے تھے، بلکہ اس قسم کی کوئی چیز انہیں کسی دوسرے ذریعہ سے ملتی تو اسے بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ان کو سونے کا ہار دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا: "کیوں فاطمہ! لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے؟"

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے، حضرت فاطمہؓ نے آپؐ کے استقبال کے لئے گھر کے دروازوں پر پردہ اور حضرات حسنین کو چاندی کے کنگن پہنائے، آپؐ حسب معمول حضرت فاطمہؓ کے یہاں آئے تو اس دنیاوی ساز و سامان کو دیکھ کر دروازہ ہی سے واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ کو آپ کی اس ناپسندیدگی کا علم ہوا تو پردہ چاک کر دیا اور بچوں کے ہاتھوں سے کنگن اتار دیئے۔ بچے روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے، آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کہ: "فاطمہ کے لئے سیپ کا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ، میں نہیں چاہتا کہ میرے اہل بیت زخارف دنیا سے آلودہ ہوں اور نعمتوں اور آسائشوں کو دنیا ہی میں برت لیں"۔

امام ابونعیم اصفہانی نے ''حلیۃ الاولیا'' میں یہ واقعہ اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ ''عورت کی سب سے بڑی خوبی کیا ہے؟'' صحابہ کرامؓ اس کے جواب سے قاصر رہے۔

حضرت علیؓ چپکے سے اٹھے اور گھر جا کر حضرت فاطمہؓ سے اس سوال کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے برجستہ فرمایا: ''آپ نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نہ اس کی نظر کسی غیر مرد پر پڑے اور نہ کسی غیر کی نظر اس پر پڑے۔'' حضرت علیؓ نے واپس آ کر یہی جواب بارگاہ رسالت میں عرض کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ جواب تمہیں کس نے بتایا ہے؟''، انھوں نے حضرت فاطمہؓ کا نام لیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''کیوں نہ ہو؟ آخر فاطمہ ہے بھی تو میرے جگر کا ٹکڑا''۔

حضرت فاطمہؓ پر شرم وحیاء کا اس قدر غلبہ تھا کہ مرض وفات میں حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ رات میں اٹھایا جائے۔ اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دی جائے۔ تاکہ نامحرم نظریں ان کے جنازے کے پردہ پر بھی نہ پڑیں۔

یہ ہے سیدہ عالم، خاتون جنت اور جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کی زندگی کا نقشہ اور ان کی سیرت طیبہ کا پیغام۔

ہمیں سوچنا چاہئے کہ کیا امت کی بیٹیاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے نقش قدم پر چل رہی ہیں؟ حیف! صد حیف!! کہ تہذیب جدید کی لعنت نے خاتون خانہ کے سر سے دوپٹہ تک نوچ لیا ہے، اور ''مسلمان خواتین'' گلے میں دوپٹے ڈالے برہنہ سر بازاروں اور سڑکوں پر گھوم رہی ہیں؛ اس عریانی اور بے حیائی پر نہ باپ کو غیرت آتی ہے نہ بھائی کو۔ مغرب کے سوداگر نے اپنی دوکان چمکانے کیلئے عورت کو شرم وحیاء کے زیور سے محروم کیا۔ اس کی نسوانیت کو گلیوں اور بازاروں میں رسوا کیا، آج شاذ ہی کوئی عورت ایسی ملے گی جو نفسیاتی الجھنوں کا شکار نہ ہو اور چونکہ ''عورت، قفل زندگی کی کلید ہے'' اس لئے آج پوری کی پوری زندگی ـــ الا ماشاء اللہ ـــ ذہنی پریشانیوں اور نفسیاتی الجھنوں سے عبارت ہے۔ یہ نتیجہ ہے اس

بغاوت کا، جو انسان نے انسانی فطرت سے روا رکھی ہے۔ مثل مشہور ہے "بھاڑ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان"۔ لعنت ہے اس تہذیب و معاشرت پر جس نے انسانیت کو یہ "تحفے" دیئے ہیں۔ تف ہے اس تعلیم پر جس نے نصف انسانیت کو بازار کا بکاؤ مال بنا کر رکھ دیا ہے۔ حیف ہے اس "معیار زندگی" پر جس نے شرم و حیاء اور عفت و عصمت پر جھاڑو پھیر دی ہے، یہ جدید تعلیم، یہ جدید معاشرت، یہ جدید تہذیب، یہ جدید سامان تعیش و آرائش وہ قزاق ہے جس نے انسانیت سے سکون و اطمینان کی دولت لوٹ لی ہے۔ ہم بصد احترام اپنی بہنوں سے عرض کریں گے کہ وہ سیدۂ عالم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اس پیغام کو بگوش ہوش سنیں کہ:

"عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر کو دیکھے نہ کوئی غیر اسے دیکھے۔"

اور ہم اپنے ان بھائیوں سے، جن پر عورتوں کی نگرانی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، نہایت خلوص اور لجاجت سے عرض کریں گے کہ خدارا! مسلمان عورتوں کو بازار کا تماشہ نہ بناؤ، ان کے سروں پر دوپٹہ اور چہرے پر نقاب ڈالو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

معارفِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث نبویہ کا آسان اور عام فہم ترجمہ و تشریح ۴ جلدیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، اسوہ حسنہ اور ارشادات کی روشنی میں زندگی گزارنے کا طریقہ عقائد و نظریات، زہد و تقویٰ، اخلاقیات، حسن سلوک، طہارت و پاکیزگی، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج و عمرہ، آداب معاشرت، کھانے پینے کے آداب، لباس اور زیب و زینت، علاج معالجہ، نکاح و طلاق، خرید و فروخت، فضائل جہاد و شہید اور دیگر موضوعات سے متعلق احادیث مبارکہ کی سادہ اور دلنشیں انداز میں تشریح و توضیح۔

علماء، طلبا اور عام مسلمانوں کے لئے بیش بہا خزینہ

اپنے قریبی مکتبہ سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے منگوائیں